ماہنامہ

المرشد

لاہور

ماہ جنوری سنہ ۱۹۹۰ء

جمادی الثانی سنہ ۱۴۱۰ھ

علم تو کتابوں میں مِل جائے گا۔ کیا کیفیاتِ قلب بھی اُن میں مِل جاتی ہیں ——— صفحہ ۳۳

کسی کو گردن سے پکڑ کر کلمہ پڑھنے پر مجبور تو نہیں کیا جا سکتا ——— صفحہ ۵

جس شخص کو اپنے لباس، کھانے پینے کا ہوش نہیں۔ وہ دوسرے کی بہتری کیلئے کیا سوچے گا ——— صفحہ ۲۷

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو،وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255

ماہنامہ المرشد لاہور

یکے از مطبوعات: ادارہ نقشبندیہ اویسیہ۔ دار العرفان۔ منارہ۔ ضلع چکوال

جنوری ۱۹۹۰ء
جمادی الثانی ۱۴۱۰ھ

شمارہ : ۶
جلد : ۱۱

بدلِ اشتراک

فی پرچہ	۱۰ روپے
ششماہی	۵۵ روپے
چندہ سالانہ	۱۰۰ روپے
تاحیات	۷۰۰ روپے

غیر ملکی

سری لنکا۔ بھارت، بنگلہ دیش	۲۰۰ روپے
سعودی عرب متحدہ عرب امارات اور مشرقِ وسطیٰ کے ممالک	۵۰ سعودی ریال
تا حیات	۳۰۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپی ممالک	۱۰ سٹرلنگ پونڈ
تا حیات	۵۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ اور کینیڈا	۲۰ امریکن ڈالر
تا حیات	۱۰۰ امریکن ڈالر

رقم / چندہ مضامین برائے اشاعت، تبصرے، شکایات اشتہارات وغیرہ

بھیجنے کے لیے

المرشد، دیگر مطبوعات اور کیسٹ وغیرہ

منگوانے کے لیے

دفتر ماہنامہ **المرشد**

الوہاب مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور۔ فون ۲۲۰۳۵۷

ماہنامہ **المرشد** کے :

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ نشر و اشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم۔اے (عربی) ایم۔اے (اسلامیات)

ناظم اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم
ناظم طباعت : سیّد اکرام الحق

فہرست

اداریہ ۴
دین میں زبردستی نہیں ۵
اُبھرتے ڈوبتے سُورج آخری قسط ۱۲
بابری مسجد ۲۵
رُوح کی ضرُوریات ۲۷
کیفیاتِ قلب ۳۳

شعبۂ اشتہارات

ناظم اشتہارات : سیّد اکرام الحق	لاہور	ٹیلیفون	۲۲۰۳۵۷
تاج رحیم	لاہور	"	۸۷۷۲۴۹
نصرُاللہ بُٹّر	گوجرانوالہ	"	۸۸۴۴۴
امان اللہ لک	گجرات	"	۳۴۶۶
عبدالجبّار ایڈووکیٹ	فیصل آباد	"	۲۴۱۵۵ ۴۱۱۵۶
زاہد محمُود	راولپنڈی	"	۸۴۵۴۷۵
لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محبُوب خان	کراچی	"	۵۴۴۹۹۰

آرٹ : محمد علی شاد مناوری
خطاطی : ظفر اقبال
سرورق : صلاح الدین ایوبی
پبلشر : حافظ عبدالرزّاق
پرنٹر : طیّب جمال پرنٹرز
۴۲ ریٹی گن روڈ (حضرت بابا ویز روڈ) لاہور

اداریہ

جلسے جلوس ہماری زندگی کا حصہ بن چکے ہیں. اب تک ہم اپنی سوچ کے اتنے جلوس نکال چکے ہیں کہ نئے جلوس کیلئے موضوع کی تلاش مسئلہ بنتا جارہا ہے. ڈھونڈنے والے کا بھلا ہو جو چند ماہ پہلے رُشدی کو ڈھونڈ لایا تھا جس کے نام پر بیشمار جلوس نکالے گئے لاتعداد مسلمان مروائے گئے ورنہ رُشدی اَب بھی زندہ ہے، پہلے گمنام تھا اَب نامور ہے. وہی ناول پہلے کم بکتا تھا اَب خوب بک رہا ہے آج کل بابری مسجد نیا موضوع ہے. دیکھتے ہیں کتنے دن چلتا ہے اور کتنے مسلمان مرتے ہیں ورنہ مسجد کی حرمت سے اُن کو کیا غرض جن کے ہاتھ مسلمان کے خون سے رنگ آلودہوں یا جو مساجد کے اندر ہی ایک دوسرے کی داڑھی و دستار سمیت دست و گریبان ہوں. لیکن جلوس میں کچھ لوگوں کا مرنا ضروری سمجھا جاتا ہے ورنہ جنکے منہ کو خون لگا ہو ان کا نشہ پورا نہیں ہوتا. جلوس نکلتے ہیں تو کسی کو مالی فائدہ ہوتا ہے. کسی کی لیڈری بنتی ہے. کوئی تخریب کا شوق پورا کرلیتا ہے. کبھی کبھار یہ کاروبار مندہ پڑجائے تو اسمیں جان ڈالنے کو حکمران بہ نفس نفیس سڑکوں پر نکل آتے ہیں تاکہ جلوس فروشوں کا کاروبار چلتا رہے، قوم بھی مصروف رہے اور حکمران بھی چین سے کاروبار سلطنت چلاتے رہیں.

جو قوم مسلمان بھی کہلائے اور بیگناہ مسلمانوں کا قتل عام بھی کرے. مسلمان ماں بہنوں اور بیٹیوں کی عزت بھی سر بازار لوٹے اور پھر ہندو کے ہاتھوں بابری مسجد کی بیحرمتی روکنے کے نام پر جلوس نکال کر مزید مسلمان بیٹوں کا خون بہائے تو وہ قوم سمجھ لے کہ وہ ان سرحدوں کو پار کرچکی ہے جہاں سے عذاب الٰہی شروع ہوتا ہے. ایسا عذاب جو موت یا قیامت کے دن کا انتظار نہیں کرتا. پہلے بھی کئی قوموں پر ایسا ہی عذاب نازل ہوچکا ہے تاکہ ان کی تباہی و بربادی سے آنیوالی قومیں عبرت پکڑیں. لیکن ایسی قوم جو گناہ میں غرق ہوکر ہزار آفتوں پر بھی احساس نہ کرسکے کہ یہ غیبی تنبیہہ ہے اُسکا انجام بھی عبرتناک تباہی ہوتا ہے ایسے لوگوں پر جہنم کے عذاب کے ڈراوے کا کیا اثر ہوگا. البتہ نوجوان نسل اور معصوم بچوں کو ان جلوس فروشوں کے چنگل میں جانے سے بچانا ہوگا. بدکاروں کے ان جلوسوں میں بیشمار ایسے لوگ بھی ہیں جن کے دل اس قدر سیاہ نہیں ہوتے ہیں اُنکے دلوں میں پتھر کے بتوں کا بسیرا ابھی کچھ زیادہ مضبوط نہیں جو دیکھتے ہیں کہ زبان پر اللہ او ر دل میں سومنات کا مندر ہے تو وہ سمجھ نہیں پاتے کہ منزل کا پتہ کس سے پوچھیں. اگر آپ کا دل بھی منزل کا پتہ پوچھنے والوں میں سے ہے اور آپ جنت کے بیوپاریوں کے پجاری نہیں یا اپنے علم کے زعم میں گرفتار نہیں تو اس چراغ کا پتہ آپ کو مل سکتا ہے. آیئے! مگر آگے خلوص اور ارادہ آپ کا اپنا ہے نیت اور ہمت اپنی ہے. منزل بھی آپکی اپنی ہے.

تاج رحیم

دین میں زبردستی نہیں

حضرت مولانا محمد اکرم

دین (اسلام) میں زبردستی نہیں ہے ہدایت (صاف طور پر ظاہر اور) گمراہی سے الگ ہو چکی ہے تو جو شخص بتوں سے اعتقاد نہ رکھے اور اللہ پر ایمان لائے۔ اس نے ایسی مضبوط رسی ہاتھ میں پکڑلی جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں اور (اللہ سب کچھ) سنتا (اور سب کچھ) جانتا ہے۔ (پارہ ۳۔ رکوع ۲)

ان آیات مبارکہ کو آپ اکثر تلاوت فرماتے پڑھتے سنتے اور ان کے معانی سے آگاہ ہوں گے۔ جس غرض سے میں نے یہ آیات مبارکہ تلاوت کرنے کی سعادت حاصل کی ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے آج کے اس دور میں جہاں اور بہت سی نئی باتیں نئی نئی چیزیں پیدا ہو رہی ہیں وہاں اس آیت مبارکہ کو بھی اس کے اصل مفہوم سے بالکل ہٹا کر اور قطعی طور پہ الگ کر کے اس کا معنی سمجھا اور سمجھایا جا رہا ہے بڑی سادہ سی، سیدھی سی بات ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ: کہ دین میں کوئی زبردستی نہیں: یہ اس بات کا جواب ہے دراصل جو مستشرقین نے اور اہل مغرب نے الزام تراشی کی ہے کہ اسلام شروع سے تلوار کا مذہب ہے۔ اور بزور شمشیر اسے پھیلایا گیا اور بزور شمشیر لوگوں سے منوایا گیا۔ حقیقتاً یہ اس الزام کا بڑا واضح جواب ہے کہ اسلام کے بنیادی عقائد میں یہ بات ہے کہ اسلام بنوک شمشیر منایا جا ہی نہیں سکتا اور اگر بنوک شمشیر منایا جائے تو وہ اسلام نہیں رہ سکتا۔ جو معنی ہمارے معاشرے میں لیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ دین پر عمل کرنے کے بارے میں کسی سے کوئی باز پرس نہیں ہونی چاہیے۔ کہ دین میں کوئی سختی نہیں ہے۔ یہ اس آیت کریمہ کا مفہوم نہیں ہے۔ اس کا مفہوم دین کو قبول کرنے یا نہ کرنے سے متعلق ہے کہ کوئی شخص دین اسلام کو قبول کرتا ہے یا نہیں کرتا اس کا اختیار رب جلیل نے اس شخص کو دے دیا ہے آپ اس کے سامنے اسلام کی خوبیاں گنوا سکتے ہیں آپ اسکے سامنے اسلام کے فائدے اچھائیاں اور محاسن رکھ سکتے ہیں آپ اپنی عملی زندگی کی تصویر پیش کر سکتے ہیں۔ آپ اسے کفر کے عبرتناک انجام سے مطلع کر سکتے ہیں۔ لیکن اسے گردن سے پکڑ کر کلمہ پڑھنے پہ مجبور نہیں کر سکتے۔ یہ بڑی سادہ سی بات ہے کہ اسلام بزور شمشیر کیسے پھیلا جبکہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعلان نبوت فرمایا تو ساری کی ساری تلواریں بیک، آن اسلام کے خلاف میان سے باہر آگئیں یعنی بڑی عجیب حقیقت ہے جسے دوست دشمن سب ماننے پہ مجبور ہیں جس کا انکار

نہیں کیا جاسکتا کہ تلوار تو عرب میں اسلام سے پہلے سے موجود تھی۔ تلوار کے دھنی لوگ موجود تھے بڑے بڑے شمشیر زن موجود تھے لیکن وہ ساری تلواریں کلمہ حق کو دبانے کے لیے میان سے نکالی گئیں، اور مسلسل تیرہ برس تک کی مکی زندگی آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانوں کی اس جدوجہد سے معمور ہے۔ جس میں مسلمانوں کو تلوار کا جواب تلوار سے بھی دینے کی اجازت نہیں تھی۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ وہ تلوار سہہ تو سکتے تھے لیکن اسے اپنی تلوار پر نہیں اپنے سینے پہ اپنے جگر پر اپنے سر پہ۔

اور ہجرت کے بعد جب جہاد ہوا تو دنیا میں صرف مسلمان وہ قوم ہے جسے میدان جنگ میں بھی، کافر کے ساتھ بھی، ایک حد سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اور بڑی واضح ہدایات ارشاد فرمادی۔ اللہ نے بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی۔ اور اللہ جل شانہ، کا حکم بھی موجود ہے کہ جو لوگ میدان میں تلوار لیکر نہ آئیں ان کے ساتھ آپ کی کوئی لڑائی نہیں ہے۔ کسی نہتے آدمی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ کسی کا گھر نہیں اجاڑا جائے گا۔ کسی کی فصل برباد نہیں کی جائے گی۔ کوئی میوہ دار درخت نہیں کاٹا جائے گا۔ کسی عبادت خانے کو تباہ نہیں کیا جائے گا۔ کسی بوڑھے، کسی بچے کو تکلیف نہیں دیجائے گی۔ یا ہر وہ آدمی جو میدان میں تلوار لے کر نہیں نکلتا وہ مسلمانوں کی تلوار سے محفوظ رہے گا۔ اور جو میدان کارزار میں بھی تلوار لے کر آتا ہے آپ اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس پر زیادتی نہیں۔

فَلَا تَعْتَدُوا۔ حد سے نہیں بڑھ سکتے یعنی اسے اسکی زیادتیوں سے روک سکتے ہیں۔ اسے محض رسوا کرنے کے لیے، نیچا دکھانے کے لیے۔ اسے ذلیل کرنے کے لیے اسلام اجازت نہیں دیتا۔ اور یہ اسلام واحد مذہب ہے۔ جس نے جنگ کی اجازت ہی نہیں دی۔ یعنی ساری دنیا میں جنگیں ہوتی ہیں، فتح کرنے کے لیے بھی جنگ ہوتی ہے اور فاتح کی یلغار سے بچنے کے لیے بھی جنگ ہوتی ہے۔ اسلام واحد دین ہے جس نے جنگ کی اجازت نہیں دی۔ آج بھی مسلمان کو جنگ کی اجازت نہیں ہے۔ اسلام نے جہاد کا حکم دیا ہے۔

جنگ اور جہاد میں رات دن کا فاصلہ ہے۔ جنگ ہوتی ہے مقابل کی قوت توڑنے کے لیے۔ جنگ ہوتی ہے مقابل کو نیچا دکھانے کے لیے۔ جنگ ہوتی ہے مقابل کو رسوا کرنے کے لیے، تاخت و تاراج کر دینے کے لیے کہ پھر صدیوں وہ سر اٹھانے کی جرأت نہ کرے۔

جہاد ان مثبت کوششوں کا نام ہے، یہ جہد سے مشتق ہے اس کا معنی ہوتا ہے۔ بہت زیادہ محنت مشقت اٹھانا ایسی کوششیں جو برائی کو پھیلنے سے روک دیں۔ ایسی کوششیں جو ظلم کو بڑھنے سے روک دیں، خواہ ظلم کوئی کر رہا ہو۔ اسلام نے آج بھی مسلمان کو اس حد سے جانے کی اجازت دی ہے جہاں وہ ظلم کا ہاتھ روک دے۔ اس کی اجازت آج بھی نہیں ہے کہ یہ خود ظالم بن جائے۔

جنگ میں بڑی سے بڑی مہذب قومیں جو اپنے آپ کو کہلاتی ہیں ان کا اصول بھی یہ ہے کہ EVERY THING IS FAIR IN LOVE AND WAR محبت اور لڑائی میں ہر حیلہ کر لینا چاہیئے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسلام نہ لڑائی میں حیلہ بازی کو پسند کرتا ہے اور نہ محبت میں اینچ پیچ کی اجازت دیتا ہے۔ بڑی سیدھی صاف ستھری سی محبت بلکہ اسلام تو مذہب ہی محبت کا ہے۔ اپنوں سے بیگانوں سے چھوٹوں سے صرف محبتوں کے نام بدلتے رہتے ہیں۔

کہیں بزرگوں سے محبت ہوگی اس کا نام ان کی عزت رکھدیا جائے گا۔ ادب رکھدیا جائے گا۔ بچوں سے محبت ہوگی تو اس کا نام شفقت رکھدیا جائے گا۔ یہ سارے محبت ہی کے روپ محبت ہی کے پہلو۔ ان کے مختلف نام بدلتے رہتے ہیں لیکن اسلام نے بنیادی طور پر جو تصور دیا ہے اپنے ماننے والے کو وہ یہ ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود نسل انسانی سے اتنی محبت تھی کہ کافروں کے اس دکھ پر کہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اس کے نتیجے میں انہیں عذاب ہوگا۔ حضورؐ کی نیندیں اُڑ جایا کرتی تھیں۔ یعنی یہ کتنی عجیب بات ہے ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہیں سنتا آپ کو بحیثیت رسول تسلیم نہیں کرتا آپ کو ایذا دینے کے درپے ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاذ اللہ قتل کے منصوبے بناتا ہے آپ کو ہجرت پر مجبور کر دیتا ہے۔ شعب ابی طالب میں تین سال تک محصور رکھتے ہیں۔ پتھر مارتے ہیں ایذائیں دیتے ہیں لیکن جب بات آپ کی طرف آتی ہے تو اس بات کی وضاحت اللہ کی کتاب میں خود رب جلیل فرما دیتے ہیں کہ میرے نبی کو اس بات کا دکھ ہے کہ یہ اللہ کی مخلوق ہے۔ اللہ کے غضب کو کیوں دعوت دے رہی ہے۔ کتنی عجیب بات ہے یہ کہ اپنوں سے محبت کی

بات سمجھ میں آنے والی بھی ہے۔ اسلام کے دامن میں تو اتنی محبتیں ہیں کہ یہ دوسروں کو بھی دکھ میں مبتلا دیکھ کر تڑپ اٹھتا ہے کہ یہ بھی کاش اس مصیبت سے بچ جاتا یہ بھی دکھ سے بچ جاتا یہ بھی تکلیف سے بچ سکتا۔

تو اس آیت کریمہ نے اس قانون کی وضاحت کر دی کہ اسلام نوع انسانی کے اپنے فائدے کی بات ہے۔ یعنی منوانے والے کو اس سے کوئی زبردستی نہیں منوانا قبول کرنے والے کی اپنے نفع و نقصان کی بات ہے کہ اسے اس کے سینے پر بندوق کی نال رکھ کر نہ منوایا جائے اگر کوئی زبردستی منوائے گا۔ جیسا کہ تاریخ سے واضح ہے تلواریں تو اسلام کو مٹانے کے لیے میان سے نکلی تھیں۔ لیکن اسلام میں اتنی محبت اتنی شفقت تھی جن لوگوں نے تلواریں برسائیں ان کے لیے بھی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ اٹھتے ہیں تو ہدایت کی دعا فرمائی۔

اور کیسی عجیب بات ہے بدر میں ستر سرداران قریش اور بڑے بڑے شہسواران مکہ قتل ہو گئے اور ستر ہی قید بھی ہوئے تو قیدی جن خیموں میں تھے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کے قریب تھے کیونکہ وہاں پہرے کا اہتمام تھا تو قیدیوں کے ہاتھ بندھے ہوتے تھے۔ پشت کے پیچھے اس لیے کہ وہ کوئی عام آدمی نہیں تھے وہاں اتنا اہتمام نہیں تھا اور ستر آدمی اکٹھ کر لڑنا شروع کر دیں تو پھر ایک فورس بن جاتی ہے۔ دست بدست لڑائی کیلئے۔ تو کسی قیدی کی کراہ نکلی جب وہ سونے کے لیے لیٹے تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن لی۔ فرمایا یہ کراہ کس کی ہے؟ یہ صبح اہل مکہ اس عزم سے آئے تھے کہ یہ جو اسلام اسلام کی انہوں نے رٹ لگا رکھی ہے آج اس کو ختم کر دیں گے کہ کوئی اسلام کا نام لینے والا نہیں چھوڑیں گے نہیں اور ان کے اس ارادے کی تائید نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا سے بھی ہوتی ہے حضور ﷺ نے دعا جو فرمائی تھی بدر میں وہ بھی یہی تھی کہ

"خدایا رب جلیل میں سارے کا سارا اسلام کفر کے مقابلے میں لے آیا ہوں۔ یہ لوگ اگر آج یہاں کھیت رہے فَلَنْ تُعْبَدَ اَبَداً پھر کبھی کوئی پیشانی تیرے دروازے پہ نہیں جھکے گی۔ یعنی یہ سارے کا سارا اسلام تھا اور جو پوری قوت لگا رہے تھے اسے ختم کرنے کیلئے انہیں شکست ہو گئی، وہ قید ہو گئے۔ اسلام کے دامن میں ان کے لیے بھی اتنی شفقت تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ان کے بازو اتنے کس کر نہ باندھو کہ ان کی کراہ نکل جائے۔ ان کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے کر دو یہ آرام سے سو سکیں۔ یعنی وہ مٹانے نکلے تھے وہ جنگ پہ آئے تھے۔ مسلمانوں کے پیش نظر جہاد تھا۔ جنگ نہیں تھی۔ محض انہیں ذلیل کرنا نہیں، محض انہیں قتل کرنا نہیں، محض انہیں شکست دینا نہیں۔ بلکہ وہ اپنی نیکی، اپنی بہتری اپنی بھلائی کو پا سکیں تو یہ مسلمانوں کا نصب العین تھا۔ کہ یہ جو لوگ ہماری جان کے دشمن ہو رہے ہیں کاش یہ بھی بھلائی کو پا جائیں۔

یہ جنگ تو نہیں ہے۔ جنگ تو یہ ہے کہ انہیں اتنی ایذا دی جائے، انہیں تہس نہس کر دیا جائے۔ انہیں قیدی رکھا کیوں جائے انہیں قتل کر دیا جائے۔ ان کی نسلیں ختم کر دی جائیں، صدیوں تک سر اٹھانے کے قابل نہ رہیں۔

لیکن اسلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آج تک مسلمان فاتحین نے ایسا نہیں کیا۔ یہ جو شور کیا جاتا ہے یہ اس کے لوگ ہماری اس غفلت سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ جو ہم نے اپنی تاریخ سے اپنے اسلاف سے اپنے ماضی سے تو برتی ہی تھی کاش وہ غفلت ہم اپنے دین سے اللہ کی کتاب سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے نہ برتتے۔

لندن میں ایک صاحب رہتے ہیں شاید پنڈی کے ہیں۔ انہوں نے بڑی عجیب بات کہی کہنے لگے یہاں تو ایک سے زائد شادیاں کرنا بڑا عیب تصور ہوتا ہے۔ اور ہمارے علماء جو آتے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کثرت ازواج پہ بات نہ کیا کریں۔ ہم نے کہا یار آپ نے کبھی پڑھا ہے۔ حضور کی سوانح میں اس موضوع کو۔ اس پہلو کو۔ تو وہ کہنے لگے جی حضور ﷺ کی شادیاں تو بہت سی تھیں۔ میں نے کہا یار صرف شادیاں تھیں کو چھوڑ دو شادیاں کیوں تھیں اور کب تھیں کبھی یہ بھی پڑھا ہے میں نے کہا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہستی ہے جس نے پچیس برس کی عمر میں شادی کی اور مکے کی اس سوسائٹی میں پچیس برس اتنے بے داغ ہیں کہ سورج سے بھی زیادہ۔ جس میں کوئی اخلاقی پابندی نہیں تھی یعنی جس میں اخلاقیات کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

آج کا آپ کا مغربی معاشرہ ابھی اس ذلت کو نہیں پہنچا جس میں مشرکین مکہ مبتلا تھے۔ اس کے باوجود پچیس برس کی جوانی اتنی

یے واضح ہے کہ مشرکین مکہ بھی اس پر انگشت نمائی نہ کر سکے۔ اور خدا نے نبوت کی دلیل کے طور پر پیش فرما دیا۔ کہ آپؐ ان سے کہہ دیجئے کہ میں نے عمر تم میں بسر کی ہے۔ کہاں میں نے ٹھوکر کھائی ذرہ بتاؤ تو سہی۔ کتنی عجیب بات ہے۔ پچیس برس کی عمر میں جو شادی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی اس مقدس خاتون سے جس کی عمر اس وقت پینتیس سال تھی آپ سے دس سال بڑی۔ پچیس برس پھر اس خاتون کے ساتھ حضور کے بسر ہوئے۔ پچاس برس تک کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے، شادی کا زمانہ کتنا ہوتا ہے۔ پچاس کے بعد شادیاں شوق سے نہیں ہوتیں اگر کوئی کرے بھی تو ضرورت سے ہوتی ہیں۔ پھر پچاس کے بعد حضرت خدیجہ الکبریٰ کے وصال پر عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا واحد کنواری خاتون ہیں جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں اور جسے اپنے باپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قربان کر دیا تھا کہ میں حضورؐ کو اکیلے نہیں دیکھ سکتا۔ باقی تمام ازواج مطہرات کے حالات پڑھئے تو ایک ایک سے عقد کرتے سے دس دس قبیلے مسلمان ہوتے چلے گئے۔ اور سب کی سب، بیوائیں تھیں۔ ان کے ساتھ بچے بھی تھے۔ عمر رسیدہ خواتین بھی تھیں۔ ایک ایک، کے عقد سے ہزاروں غلام آزاد ہوئے ایک ایک کے عقد سے ہزاروں قبیلوں تک اسلام کا پیغام پہنچا۔

"آستانہ" ایک رسالہ ہوتا تھا۔ دہلی میں اس میں ایک ہندو پروفیسر نے مضمون لکھا تھا کاش تم اس ہندو کے برابر بھی حضورؐ کی سوانح سے واقف ہوتے تو تمہیں اس بات پہ فخر ہوتا کہ اتنی بڑی عظیم ہستی نے اپنی اتنی مصروفیات میں سے دس سالہ مدنی زندگی میں چوراسی جنگیں ہیں ایک نئی ریاست بن رہی ہے اس میں سارے محکمے ترتیب دیے جا رہے ہیں الف سے ی تک سب کچھ بننا ہے۔ محکمے فوج پولیس سب کچھ اس کے باوجود چوراسی غزوات و سرایہ ہیں۔ پوری دنیا کے بین الاقوامی تعلقات اس ریاست سے قائم ہو رہے ہیں لوگ آ رہے ہیں جا رہے ہیں اس کے ساتھ ساری تربیت بھی حضورؐ کے ذمے ہے۔ ان سب جنگوں کی قیادت بھی حضورؐ کے ذمے ہے۔ ان تمام سفیروں کو جواب دینا اور سفارت بھیجنا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے ہے۔ اس کے ساتھ خانگی امور بھی اور اتنا وقت بھی ہے کہ قبائل کے ساتھ رشتے اور تعلق کی بنا پر بھی ان کی اصلاح احوال کی فکر کی جائے کہ جس پہلو سے اور جہاں تک اللہ کی رحمتیں بٹ سکیں۔ انہیں بانٹا جائے تو میں نے کہا تم یہ پڑھتے نہیں، سمجھتے نہیں، جو بات مثالی اور قابل فخر ہے اس پر تم شرمندگی محسوس کرتے ہو تو اس میں اس بات کا قصور تو نہیں قصور تو ہمارا ہے۔

ہمارے پاس سائنس ڈائجسٹ کے لیے وقت ہے ہمارے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح کے لیے وقت نہیں۔ حیرت ہوتی ہے اپنے ادیبوں اور سوانح نگاروں اور دانشوروں پر کہ کتنی محنت کر کے یہ افسانہ لکھتے ہیں۔ اور کتنے حقائق ہیں جو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں انہیں کیوں نہیں لکھتے۔ ایک مغربی مفکر افسانہ لکھتا ہے یا دوسرا کوئی جھوٹ جمع کرتا ہے لیکن مسلمان کو سچ پھیلانے کے لیے جھوٹ کی گاڑی میں بیٹھنے کی کیا ضرورت ہے اور پھر ایک ایسی قوم جو من حیث القوم جس ہستی کی رسالت کا اقرار کرتی ہے اس کی زندگی سے ہی واقف نہیں۔ کتنی عجیب بات ہے اور جب ہم اس قدر نادانیوں سے گھرے ہوئے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح کے مختلف پہلو ہمارے سامنے نہیں آتے تو جو دین آپ نے ہمیں دیا اس سے ہمہ پہلو ہمیں واقفیت کب ہوگی

دین کی حیثیت تب بنتی ہے جب آپ دین کو پہنچانے والے کی حیثیت کا اقرار کرتے ہیں اگر کوئی حضور کی رسالت کا اقرار ہی نہیں کرتا تو اسے دین کیسے پہنچے گا۔ اور رسالت کا اقرار کرنے کے لیے کیا حضورؐ سے واقف ہونا ضروری نہیں ہے۔ بغیر واقفیت کے اقرار تو میرے خیال میں کوئی معنے نہیں رکھتا اس کی کوئی حقیقت نہیں اس کا اثر یہی ہوگا کہ ہم کلمہ حضورؐ کا پڑھتے ہیں کام اپنی مرضی کا کرتے ہیں۔ ہماری زندگی بالکل آزادانہ ہے کہ ہم کلمہ تو پڑھتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا۔ ہم کہتے ہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ:۔ یہ دو جملے انسان کو قید کر کے رکھ دیتے ہیں کہ الوہیت اللہ کے پاس ہے یعنی سارے کے سارے امور میں میں اس کا بندہ ہوں۔ اس کی اطاعت کروں گا، کیسے کرو گے جیسے اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھائیں گے تو اپنا تو کچھ بھی نہ رہا۔ اپنی مرضی سے تو کچھ نہیں کرنا لیکن ہم یہ کہنے کی حد تک کرتے ہیں، کرنے کی حد تک کیوں جاتے نہیں اس لیے کہ اس سے آگے جانے کی ہم نے ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔

بلکہ محققین صوفیاء کو میں نے پڑھا ہے بڑی مزے کی بات کرتے ہیں وہ کہتے ہیں یار یہ وعظ کہنے کی بجائے لوگوں کو حضورؐ کی سوانح سے آگاہ کرو۔ تمہاری نصیحتوں سے آپ کی اداعیں زیادہ موثر ہیں۔ اور یہ تجربہ بھی ہے کہ جوں جوں کوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے واقف ہوتا ہے۔ وہ اس پہ قربان ہونے کو از خود تیار ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کا جی چاہتا ہے کہ میرے نبی ایسا کرتے تھے۔ میں ایسا کروں۔ جب تک ہم کہتے رہتے ہیں ناکہ حضورؐ کا یہ حکم ہے تب تک اس پہ وہ اثر نہیں ہوتا جب اسے یہ علم ہو جائے کہ واقعی حضورؐ یہ کرتے تھے تو ہم نہ بھی کہیں اس کا دل کہتا ہے کہ جب نبی پاک کرتے تھے تو میں بھی کروں۔ اور ہماری بے عملی کی بنیاد بھی یہی ہے اور اس کے ساتھ یہ تو باتیں تھی کتابی علمی علمی، اسلام کا عمل اس پر کیسا رہا۔

تو اس میں آپ اسلام کے اس زمانے کو دیکھیں جب اسلام نے فتوحات حاصل کیں جنگی قیدی غلام بن کر مسلمانوں کے پاس مدینہ منورہ میں مختلف شہروں میں مسلمانوں کے گھروں میں آئے۔ یہ اگرچہ ایک الگ موضوع ہے۔ اسلام نے لوگوں کو قیدی اور غلام باندیاں کیوں بنایا یہ اسے آج کے موضوع میں اس لیے نہیں ڈالنا چاہتا کہ یہ الگ سے ایک مستقل موضوع ہے اور میں چاہوں گا کہ اس پر بھی کسی وقت بحث ہو جائے۔ اللہ توفیق دیں کیونکہ اس پر بھی مسلمان بڑا معذرت خواہانہ رویہ رکھتے ہیں حالانکہ یہ بہت شاندار پہلو ہے اسلامی تاریخ کا۔ تو جو لوگ قیدی اور غلام تھے مسلمانوں کے گھروں میں رہتے تھے۔ کیا ان کو کسی نے مذہب تبدیل کرنے کا حکم دیا؟ کبھی نہیں۔ کتنی عجیب بات ہے کہ مفتوح قیدی اور غلام مدینہ منورہ کے اندر رہتے ہوئے اگر آتش پرست تھے تو اپنی آگ کی پوجا کر سکتے تھے۔ انہیں کوئی نہیں روکتا تھا۔ اگر بت پرست تھے تو اپنے بت کی پوجا کرتے تھے۔ مالک سمجھا سکتا تھا روک نہیں سکتا تھا۔

تو جو مذہب اپنے قیدی اپنے غلام کو زبردستی قبول کروانے کی اجازت نہیں دیتا وہ بھلا روئے زمین پر زبردستی پھیلانے کی کوئی تک بنتی ہے اور یہ تاریخی ثبوت ہے تاریخ عالم میں موجود ہے تاریخ اسلام میں موجود ہے اور یہی اس آیت کریمہ کا معنی بھی ہے۔ رب جلیل فرماتے ہیں زبردستی منوانا ہوتا تو تم مجھ سے زبردست نہیں ہو۔ میں خود کو خود منوا لیتا۔ میں جو بنا سکتا ہوں میں جو پیدا کر سکتا ہوں میں جو موت دے سکتا ہوں میں منوا بھی سکتا تھا۔ لیکن مجھے وہ ماننا نہیں چاہیئے

اللہ جل شانہ فرماتے ہیں میں ایک مخفی خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کوئی میرا چاہنے والا ہو کوئی میرا طلبگار کوئی میرے حال سے واقف کوئی میری عظمت کا اقرار کرنے والا۔ کوئی میری بڑائی سے آگاہ، کوئی تو ہونا چاہیئے فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ تو میں نے مخلوق کو پیدا کر دیا اب ساری مخلوق میری بڑائی پر گواہی دیتی چلی جاتی ہے۔ سمجھ نہیں سکتی۔ انسان کو میں نے شعور دیا ہے کہ یہ اپنی حیثیت کے مطابق میری عظمت کا ادراک بھی کر سکتا ہے اب ماننا اس کا ہے جو اپنے دل سے دیکھے اور طے کرے کہ واقعی اللہ ہے ہی اس قابل کہ اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے اور اس کی نافرمانی ترک کی جائے اور یہی اسلام ہے یعنی آپ کسی کو عظمت باری اسطرح سے سمجھا سکیں کہ اس کا دل مان جائے کہ واقعی اس کی ذات اتنی عظیم ہے کہ اس کے دروازے پہ سر رکھ دینا ہی سعادت ہے اس کا نام اسلام ہے اور اگر ڈنڈے مار کر منوانا ہو فرمایا تم تو مخلوق ہو میں جو پیدا کر سکتا ہوں منوا نہیں سکتا؟ زبردستی منوانا ہوتا تو میں خود منوا سکتا تھا تمہاری کیا ضرورت تھی ہاں اس کا یہ معنی جو آج کے آزادی پسند سمجھتے ہیں۔ اسلام تو مذہب ہی آزادی کا ہے۔ لیکن اختیار سے آزادی کا۔ اللہ کی اطاعت کا ہے اور آزادی اس میں ہوتی ہے کہ ہر ایک کی غلامی سے جان چھوٹ جائے اس کو آزادی کہتے ہیں یہ جو آزادی کا تصور ہم نے سمجھ رکھا ہے ناکہ کوئی قاعدہ ضابطہ ہی نہ ہو اسے تو اصطلاحاً مادر پدر آزادی کہتے ہیں۔ اور مادر پدر آزادی اچھی نہیں ہوتی۔ یہ جو مادر پدر قسم کی آزادی ہے نا انہوں نے جو مطلب سمجھ لیا ہے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد پھر جو جی میں آئے کرتے رہو، کوئی پوچھے نہیں یہ معنی تب تک ہے جب تک کوئی اسلامی حکومت نہیں۔ اگر اللہ کریم آج ریاست کو اسلامی کر دیں اور حکمرانوں کو توفیق دیں اور واقعی اسلام کو نافذ کر دیں تو قبول کر لینے کے بعد آپ کو اطاعت کرنا پڑے گی۔

بلکہ اسلام، اسلام کو نہ ماننے کی اجازت تو دے دیتا ہے لیکن ظلم کرنے کی اجازت کافر کو بھی نہیں دیتا۔ دوسرے کا حق چھیننے کی اجازت نہیں دیتا۔ دوسرے کی عزت چھیننے کی اجازت نہیں دیتا کافر اور نہ ماننے والے کو بھی اللہ کی زمین پر ان حدود کو عبور نہیں

کرنے دیتا جنہیں دوسروں کے حقوق کہتے ہیں۔ اور آپ نے دیکھا ہو گا کہ مثالی مسلمان تھے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان پر بھی فاروق اعظمؓ کے درّے برسا کرتے تھے۔ اس لیے نہیں کہ اسلام قبول کرو۔ اس لیے کہ اگر قبول کر لیا تو اس کے خلاف نہیں چلنے دیں گے۔ یعنی اس آیت کریمہ کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ جو جی میں آئے کرو نہیں۔ لا اکراہ فی الدین۔ دین کو قبول کروانے کے لیے کسی کو دین منوانے کے لیے کوئی زبردستی نہیں۔ لیکن جو دین قبول کرے گا۔

اسلام میں سزا کا اپنا ایک تصور ہے اگر یہ سمجھ میں آ جائے تو پھر بات آسان ہو جاتی ہے۔ ہر مکتب فکر کے پاس سزا اس آدمی کو تنبیہ کرنے کے لیے اس کو ڈرانے کے لیے اس کو ان کاموں سے روکنے کے لیے لیکن اسلام نے جو سزا کا تصور دیا ہے وہ اس سے مختلف ہے۔ سزا ہوتی ہے کہ گناہ کرنے سے خطا کرنے سے جو سیاہی نامۂ اعمال میں آ گئی یا جو ظلمت اس کے کردار میں آ گئی یا جو فساد اس کے نامۂ اعمال میں یا اس کے مزاج میں یا اس کے دل میں آ گیا اسے سزا کے ذریعے یا حد کے ذریعے اسے دھو کر صاف کر دیا جائے تاکہ اس کے بعد کی زندگی پر اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔

اور ہی معاشرے میں جس پر سزا جاری ہو وہ شخص ذلیل ہوتا ہے اور اسلام سزا دینے کے بعد اس شخص کی عزت بحال کر دیتا ہے پھر اس جرم کا طعنہ آپ نہیں دے سکتے۔ اس لیے کہ اس نے غلطی کی۔ اس کا اس نے کفارہ ادا کر دیا۔ یعنی اسلام صرف تنبیہ نہیں کرتا بلکہ اصلاح احوال کی بنیاد پر سزا دیتا ہے تاکہ آئندہ سے وہ آدمی سنبھل جائے۔ نیک ہو جائے۔ اس کی فکر بدل جائے اس کی سوچ کا انداز بدل جائے اور یہ تب ہوتا ہے کہ اسلام فرد کا رشتہ ذات باری سے جوڑ دیتا ہے۔ گناہ اس رشتے میں رخنہ اندازی کرتا ہے۔ جب گناہ صادر ہوتا ہے اور اس رشتے میں کوئی رخنہ پڑتا ہے تو آدمی کے دل کو ٹھیس لگتی ہے تکلیف ہوتی ہے دکھ پہنچتا ہے۔ وہ خود چاہتا ہے کہ یہ جو تار ٹوٹ رہی ہے اسے ٹوٹنا نہیں چاہیے اسے جڑنا چاہیے۔ اب یہ کیسے جڑے گی۔ تو وہ جو جوڑنے کے لیے گرہ لگائی جاتی ہے اسلام اسے سزا کہتا ہے کہ وہ ٹوٹے نہیں اسے جوڑ دیا جائے۔ اور آئندہ سے وہ آدمی زیادہ محتاط ہو جاتا ہے۔ سزا دینے والے کے سمجھانے پر نہیں اپنے اس رشتے پر جو اس فرد کو ذات باری سے ہوتا ہے۔

جب مصر فتح ہوا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں کوئی اور جرنیل تھا ان کے بعد کا۔ مصر میں جب کچھ لوگ نئے مسلمان ہوئے تھے۔ صحابہ کو دیکھ دیکھ کر مسلمانوں کو دیکھ کر۔ ان میں رواج تھا نسلاً بعد نسلٍ شراب کو تو کوئی بُرا سمجھتا نہیں تھا۔ پانی کی طرح پی جاتی تھی تو بعض لوگوں نے شراب پی مسلمان ہونے کے بعد۔ تو جب مسلمانوں کو پتہ چلا امیر لشکر تک بات پہنچی۔ تو انہوں نے بڑی سختی سے روکا اور فرمایا یہ تو حرام ہو چکی ہے یہ تو نہیں پی جانی چاہیے تھی۔ اب امیر لشکر کے پاس کوئی طے شدہ بات نہیں تھی کہ شرابی کی حد کیا ہے۔ کیا سزا دی جاتی ہے۔ جو شراب پی لے مسلمان اُسے کیا سزا دی جاتی ہے تو انہوں نے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ لکھا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا کہ جس پر شراب ثابت ہو جائے اسے اسّی دُرّے مارے جائیں اسّی کوڑے مارے جائیں۔ امیر لشکر نے منادی کرا دی ساری چھاؤنی میں کہ امیر المؤمنین نے شراب کی سزا سے مطلع فرما دیا ہے۔ آپ کا حکم پہنچ گیا ہے اور یہ طے پایا ہے کہ اسّی کوڑے لگیں گے جس نے شراب پی ہے۔ اب جس جس نے شراب پی ہے وہ میدان میں آ جائے اپنے کوڑے لگوا لے تاکہ کل میدان حشر میں شرمندہ نہ ہو اللہ کے روبرو۔ تاریخ میں آج بھی لکھا ہے کہ کسی پر دعویٰ نہیں کیا گیا کسی کے لیے گواہ تلاش نہیں کیے گئے۔ اگرچہ وہ نئے لوگ تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو نہیں دیکھا تھا، صحابی نہیں تھے لیکن آپ کے خدام کو تو دیکھا تھا۔ اتنا تعلق اللہ سے ان کا بھی ہو گیا تھا کہ لوگ خود بخود آتے تھے کہ جناب میں نے بھی پی تھی۔ مجھے بھی پاک کر دیا جائے۔ دوسرا آتا تھا میں نے بھی۔ مجھے بھی اسّی اسّی کوڑے کھاتے تھے میدان میں جلاد سے اور کوئی ایک ایسا نہ رہا جس پر حد جاری نہ کی گئی ہو اور سب خود آتے تھے سارا دن میدان میں کوڑے لگتے رہے سب پر حد جاری کی گئی۔

یعنی بالکل مختصر تصور ہے نا سزا کا کہ وہاں آدمی سزا سے بھاگتا ہے جان بچاتا ہے اور یہاں مومن سے خطا ہو جائے تو وہ کہتا ہے مجھے اس رسوائی سے اس شرمندگی سے اور مستقبل کی ذلت سے بچنے کے لیے اس کا جو مداوا ہے وہ کیا جائے اس میں اور اس میں بڑا فرق ہے۔

تو اسلام میں داخلے کے بعد یہ آیت کام نہیں آئے گی۔ لا اکراہ فی الدین جو اسلام کو قبول کرے گا۔ وہ اگر عمل نہیں کرے گا تو اس پر اسلامی حدود و اسلامی سزائیں اسلامی تعزیرات جاری ہوں گی بشرطیکہ

کوئی جاری کرنے والا ہو۔ اس کا فلسفہ یہ ہے رب جلیل فرماتے ہیں۔
قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ: آپ نے بہت سے معجزات پڑھے بھی ہوں گے سنے بھی ہوں گے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے جس کی طرف بہت کم لوگ توجہ دیتے ہیں۔ اور ہم سرسری طور پر یہاں سے گزر جاتے ہیں، آپ کی بعثت کا اتنا بڑا کام ہوا کہ برائی اور نیکی میں ہمیشہ کے لیے تمیز پیدا ہو گئی۔ اور یہ اتنی عجیب بات ہے کہ آپ جاہل ان پڑھ بالکل کئی نسلوں تک، جب کوئی شخص جنگل میں ہی رہا ہو اس سے جا کر پوچھ لیں اسے بھی پتہ ہے کہ اچھا کام کیا ہے اور برا کام کیا ہے۔ اسلئے کہ یہ معجزات رسالت میں سے ہے کہ نسل انسانی نے برائی کو برا سمجھنا شروع کر دیا اس پر عمل کرتے رہیں اس کو اپنائے رکھیں۔ اس کو اپنے سینے سے لگائے رکھیں لیکن اسے اچھا نہیں کہتے۔

آپ نے دیکھا مغرب میں اخلاقیات کی کوئی قید نہیں ہے لیکن مغرب والے کبھی اسے اچھا نہیں کہہ سکتے۔ کتنی عجیب بات ہے کئی نسلیں گزر گئیں، مغرب والوں پر سور حرام نہیں ہے۔ وہ کھاتے ہیں لیکن کھانے کے باوجود کہتے ہیں کہ اس میں جتنی بیماریاں ہیں اتنی کسی دوسرے جانور میں نہیں۔ اسے اچھا نہیں شمار کرتے اور اللہ کی شان ہے یعنی یہ بڑی عجیب بات ہے آپ کبھی اس پر غور فرمائیں۔ اس پر بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔ حالانکہ اللہ کریم نے تو اسے بڑے پیارے انداز میں قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ یہ کام ہو چکا۔ بھلائی اور برائی واضح ہو گئی علیحدہ علیحدہ ہو گئی، جدا جدا ہو گئی کسی شخص کے ذہن میں یہ ابہام نہ رہا کہ وہ برائی کو نیکی سمجھے یا نیکی کو برا سمجھے عمل جو مرضی آئے کرے۔

اور آپ اپنے گردو پیش کسی جگہ چاہے کوئی ان پڑھ کو کسی جاہل کو جسے آپ بہت ہی گیا گزرا سمجھتے ہیں اسے پوچھ لیں اسے بھی پتہ ہو گا کہ برائی کیا ہے اور نیکی کیا ہے۔ یہ محض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اتنا بڑا کام ہوا جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک میں دین اسلام پہنچا وہاں تک، بھی جہاں تک نہیں پہنچا وہاں تک بھی انسانی مزاجوں میں ایک لائن پیدا کر دی گئی۔ حضور کی بعثت کے ساتھ، فطری طور پر انسان کی سوچ میں ایک انقلاب آ گیا دو حصے بن گئے دماغ کے دو حصے بن گئے۔ افعال کے ایک روشن ایک تاریک، تاریک کو ہر ایک تاریک کہتا ہے خواہ وہ تاریکی میں ہی بستا ہو۔ لیکن وہ اسے رات ہی کہتا ہے دن نہیں کہتا۔ یہی بات یہاں ارشاد فرمائی فرمایا۔

قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ: یعنی یہ کام ہو چکا اب ماضی پر جب قد بھی بول دیا جائے تو بہت زیادہ تاکید کے لیے ہوتا ہے یہ تو ہو چکا یہ تو بالکل قطعی طور پر یقینی طور پر یہ کام ہو چکا آپ اس کے انتظار میں نہ رہیے برائی اور بھلائی میں امتیاز ہو چکا۔ ہر شخص کے دل میں اس کے مزاج میں اس کے ضمیر میں اس کی سوچ میں اس کے ذہن میں موجود ہے کہ برائی برائی ہے اور بھلائی بھلائی ہے کسی کو کوئی مغالطہ نہیں ہے کہ برا کام کسے کہتے ہیں۔ اور بھلا کام کسے کہتے ہیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں پکڑ کر مسلمان کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جب میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کے ساتھ اتنی برکات رکھیں کہ آپ کی بعثت سے لیکر قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے جو برائی کو چھوڑے گا۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ: جس نے شیطان کو چھوڑا اس سے جان چھڑائی۔ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ: اور اللہ کے ساتھ ایمان لایا۔ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى: اس نے ایک مضبوط ترین رسی کو ہاتھ ڈالا ایسی زنجیر میں اپنے آپ کو پھنسایا جو کبھی ٹوٹتی نہیں ہے۔ لَا انْفِصَامَ لَهَا۔ جو کبھی نہیں ٹوٹتی۔ اسلئے کہ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ: اللہ کریم سنتے بھی ہیں جانتے بھی ہیں۔

اور یہ بجائے خود ایمان لانا اتنا بڑا کام ہے یعنی ایک تو انسان برائی سے اندھیرے سے ظلمت سے تاریکی سے تباہی سے مزاجاً ہراساں ہوتا ہے خوف زدہ ہوتا ہے۔ اس سے بچنا چاہتا ہے پھر دوسرے مقابلے میں صرف روشنی نہیں مقابلے میں خود ذات باری ہے۔ آپ دوسرے مذاہب کو دیکھیں نا انہوں نے مقابلے میں کوئی دنیوی لذتیں رکھی ہوں گی کوئی دنیوی نعمتیں رکھی ہوں گی۔ یہ کام کرو ڈالر دلے گی۔ یہ کام کرو مال ملے گا۔ یہ کام کرو عہدہ ملے گا۔ اسلام کہتا ہے تم کلمہ پڑھ لو اور اللہ کے روبرو کھڑے ہو جاؤ۔ تو کائنات تو مخلوق ہے خواہ اس میں سے کچھ بھی مل جائے یہاں تو یہاں لاؤ اور خالق کے دربار میں چلے جاؤ۔ خالق کے ساتھ تمہارا رابطہ ہو جائے مخلوق کی پھر حیثیت ہی کیا ہے۔

فرمایا اسلام ہی وہ مذہب ہے جسے قبول کرنے والا ہر فرد ولی اللہ ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ ہم تلاش کرتے رہتے ہیں کہ ہمیں کوئی ولی مل جائے اور اللہ فرماتا ہے کہ ہر وہ شخص جو ایمان لاتا ہے وہ میرا ولی ہے میں اس کا ولی ہوں۔

اب اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ولی اللہ نہیں ہیں ۔معاذ اللہ تو پھر یہ ولی اللہ نہ ہونا کہیں اس کا معنی یہ نہ بن جائے کہ کیا ہم مسلمان بھی ہیں؟ یعنی گاڑی اس جگہ پر نہیں رکے گی کہ ہم ولی اللہ نہیں ہیں چلو خیر ہے مزا ہوتا ہے ۔اگر ولی نہیں ہے تو کیا ہمارا ایمان درست ہے ۔چونکہ ایمان کی تو شرط ہی اللہ نے یہ بتا دی کہ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ میں کہتا ہوں فلاں شخص ولی اللہ ہے۔ تو یہ میری طرف سے ہے ۔اس شخص کی نسبت سے ہے میرے پاس بھی کوئی رسید نہیں سوائے حسن ظن کے اور دوسرے کسی کے پاس بھی لیکن جب اللہ کہتا ہے کہ میں کسی کا ولی ہوں۔ تو اس سے بڑی تو کوئی سند نہیں تو جو ایمان قبول کرتا ہے۔ اس کے تو ولی ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں رہا کہ خود اللہ کہتا ہے میں ہر اس شخص کا ولی ہوں جو ایمان قبول کرتا ہے ۔

تو یہ سادہ سا فلسفہ ہے اسلام کا اس لیے اسلام زبردستی منوانے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی نہ مسلمان کو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبکہ خود رب کریم نے فرما دیا کہ زبردستی تو منوانا ہوتا تو میں خود منوا لیتا یہ تو بڑی سادہ سی بات ہے سیدھی سی اور پھر میں نے بعثت نبوی سے جسطرح سورج طلوع ہو کر تمام گھاٹیاں میدان اترائی چڑھائی واضح کر دیتا ہے نشیب و فراز روشن کر دیتا ہے اس طرح حضورؐ کی بعثت نے انسانی ذہنوں میں بھلائی اور برائی کو واضح کر دیا ہر شخص برائی اور نیکی سے واقف ہے۔

اب اگر کوئی نیکی کو اپنانا چاہتا ہے تو یہ اتنی بڑی بات ہے کہ ایمان قبول کرنے سے وہ ولی اللہ ہو جاتے ہیں پھر اس پر زبردستی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ اتنا بڑا انعام ہے کہ ایک شخص کو تم بتاتے ہو کہ اس زینے پر پاؤں رکھو تمہیں ملک کی سلطنت مل جائے گی۔ تو پھر اسے اس سے باندھ کر یا بندوق سے کھینچ کر زینے پہ لانے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کے سامنے تو اس ملک کی سلطنت ہے چاہتا ہے تو وہاں پاؤں رکھ لے ۔فرمایا ایمان کے ساتھ تو نری ولایت ہے ۔ اس کے لیے کسی کو زبردستی مجبور کرنے کی کیا ضرورت ہے اور اگر کوئی قبول نہیں کرنا چاہتا تو دوسری طرف اچاٹ ہے بربادی ہے۔ شیطان ہے اور اس کی رفاقت ہے اور اس کا انجام ہے۔ اپنے لیے اپنی آخرت کے لیے اپنے انجام کے لیے خود سوچ لے۔ یہ فیصلہ اس پر ہے ہاں قبول کرنے کے بعد اس آیت کا جو مفہوم ہم لیتے ہیں وہ درست نہیں۔ بلکہ قبول کرنے کے بعد لغزشوں پر حدود بھی ہوں گی۔ تعزیرات بھی ہوں گی ۔ اس لیے نہیں کہ مومن کو رسوا کیا جائے اس لیے کہ جو تعلق ذات باری سے قائم ہوا ہے وہ مجروح نہ ہو وہ ٹوٹے نہیں، وہ ضائع نہ ہو وہ قائم رہے۔

جب کسی کافر کو ہم زبردستی مسلمان نہیں بنا سکتے تو میرے خیال میں اس کا بھی کوئی جواز نہیں ہے کسی مسلمان کو کسی خاص مسلک پر ہونے کے لیے ہم مجبور کریں۔ جہاں تک سالک کا تعلق ہے ان میں تو کوئی تفاوت نہیں ہوتا منازل بدل جائیں تو کیونکہ مسلک تو راستہ ہوتا ہے۔ منزل ایک ہونی چاہیے اور یہ جو تھوڑے سے تھوڑے فاصلے ہوتے ہیں۔

جیسے غزوہ خندق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو آپ نے سر مبارک سے خود اتارا باقی زرہ وغیرہ ابھی نہیں کھولی تھی۔ سر مبارک پر حضورؐ نے پانی ڈالنا چاہا کوئی ایک آدھ چلو ڈالا ہوگا تو جبرائیل امین حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ ہم نے تو زرہ نہیں کھولی اسلحہ نہیں کھولا اور آپ تو کھولنے جا رہے ہیں اور اللہ کریم فرماتے ہیں کہ حضورؐ کا فیصلہ ساتھ ہو جانا چاہیے تو ہم وہاں حاضر ہو رہے ہیں آپ بھی تشریف لائیے تو حضورؐ نے حکم دیا کہ باہر منادی کر دی جائے کہ عصر کی نماز وہاں پہنچ کر ہو گی۔ اب صحابہ کرام اس طرف نکلے تو راستے میں عصر کا وقت داخل ہو گیا۔ تو کچھ لوگوں نے عصر کی نماز ادا کرنا چاہی کہ بھئی وضو ہے وقت بھی ہو گیا ہے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشا مبارک تو یہ تھا کہ وہاں جلدی پہنچو۔ آپ کے حکم سے یہ مراد نہیں ہے کہ نماز موخر کر دی جائے بلکہ مراد یہ ہے کہ جلدی وہاں پہنچو۔ فرائض تو بہر حال ادا کرتے ہیں وہاں پہنچ کر بھی۔ تو کیوں نہ یہاں بروقت ادا کر لیں۔ دوسرے کچھ لوگوں نے اس سے اختلاف کیا۔ انھوں نے کہا نہیں سادہ سی بات ہے نبی کریمؐ نے فرمایا عصر کی نماز وہاں ہو گی۔ سیدھی سی بات ہے اس میں الجھنے کی تو کوئی بات ہی نہیں ہے۔ ہم تو وہیں جا کر پڑھیں گے۔ تو وہاں پہنچتے کچھ تاخیر سے

عصر پڑھی گئی۔ کچھ لوگوں نے وہاں پڑھ لی راستے میں۔ کچھ لوگوں نے دوسری رائے اختیار کی۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر پڑھی۔ خود حضورؐ وہاں تشریف فرما تھے۔ فیصلہ لینے کے لیے دونوں فریق حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ انہوں نے تو نماز راستے میں ادا کر لی۔ آپؐ نے فرمایا تھا وہاں پہنچ کر پڑھو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم نے سمجھا آپ کا اس حکم سے مراد یہ ہے کہ جلدی پہنچو۔ نماز موخر کرنا آپ کی مراد نہیں ہے۔ تو اب دونوں میں سے کون سا فریق درست ہے تو حضورؐ نے کسی کی تنقیص نہیں فرمائی کیونکہ غرض دونوں کی صالح تھی۔ مقصد دونوں کا حضورؐ کی اتباع کرنا تھا اب ہر انسان بات کو سمجھنے میں کچھ نہ کچھ تھوڑا سا اسے اختلاف ہو سکتا ہے اتنا نہ ہو کہ کہنے والے کا مقصد ہی فوت ہو جائے یا منزل ہی بدل جائے۔

یہ جو چھوٹے چھوٹے اختلافات ہیں کسی نے رفع یدین کر لیا کسی نے نہیں کیا۔ کسی نے کہا امین بلند آواز سے پڑھوں گا۔ دوسرا کہتا ہے میں آہستہ پڑھوں گا۔ میرے خیال میں تو ان میں کوئی جھگڑے والی بات ہے ہی نہیں یہ تو محض شاید اگر مجھے معاف کریں تو میں یہ ضرور کہوں گا کہ یہ چند لوگوں کی روزی کا مسئلہ ہے اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

بعض لوگ ایسے ہیں جو مزدوری کر کے روٹی نہیں کمانا چاہتے بلکہ مختلف گروہوں کو اپنے پیچھے لگا کر ان کی کمائی پہ عیش کرنا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ یہ گروہ بندی رہے نعرہ بازی ہوتی رہے، تو ٹکٹ بلیک ہوتی رہے اور اسطرح سے روزی کا سلسلہ چلتا رہے ورنہ اس سے کوئی اختلاف کی بات نہیں۔ ایک آدمی بلند آواز سے درود پڑھ رہا ہے۔ تو درود ہی پڑھ رہا ہے۔ کون سا ظلم کر رہا ہے پڑھ لینے دو برداشت کر لو۔ اور ایک سکون سے خاموشی سے آرام سے بیٹھا پڑھ رہا ہے۔ تو اسے ڈسٹرب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ پڑھ لینے دو۔

اختلاف ہوتا ہے بنیادی باتوں میں، جیسے توحید باری میں۔ کتاب الٰہی میں، نبوت میں، رسالت میں، آخرت میں، عذاب ثواب میں، جس طرح قادیانیت نے نبوت میں اختلاف پیدا کیا۔ شیعیت نے بنیادی عقائد میں اور نتائج میں عواقب میں معاد میں حشر میں۔ یعنی تمام چیزوں میں ایک اختلاف ہے۔ لیکن یہ اختلاف کبھی لڑائی کا جواز پیدا نہیں کرتا۔ جہاں تک میرا خیال یا میری رائے

ساتھیوں کیلئے علاج کی سہولت

ڈاکٹر محمد نواز انجم صاحب اور ڈاکٹر محمد رفیع صاحب نے ساتھیوں کے علاج کے لیے اپنی خدمات بلامعاوضہ پیش کی ہیں۔

ان اوقات میں ان سے ملا جا سکتا ہے۔

صبح: ۱۰ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک

شام: ساڑھے چھ بجے سے رات ۱۰ بجے تک

مقام: **الٰہی کلینک**

۸۷ لٹن روڈ (تکیہ سردار شاہ)، مزنگ لاہور۔ فون: ۲۱۰۴۷۳

ہے کہ کسی قادیانی کو بھی میں اور آپ بلا جواز قتل نہیں کر سکتے کسی کی عزت نہیں لوٹ سکتے کسی کا مال نہیں لوٹ سکتے ہمیں انہیں بحیثیت قوم بحیثیت ملک غیر مسلم قرار دے سکتے ہیں۔ لیکن وہ ملک کا شہری تو ہے غیر مسلموں کو بھی شہری حقوق تو ہیں نا اسلام میں بھی غیر مسلموں کے حقوق تو ہیں آپ وہ تو اس سے نہیں چھین سکتے۔

اسی طرح شیعیت اور اسلام میں رات اور دن کا فرق ہے اگر ہم شیعیت کو درست مانیں تو پھر ہم مسلمان نہیں ہیں اتنا فاصلہ ہے اور اگر ہم اسلام پہ ہیں تو پھر بڑے ادب سے یہ کہنا پڑے گا کہ ہم اسے اسلام نہیں مانتے۔ اتنا فاصلہ ہے وہ ایڈجسٹ نہیں ہو سکتے۔ یہ سب اپنی جگہ پر لیکن اس کے ساتھ یہ جواز نہیں ہے کہ کوئی شیعہ سڑک سے گزر رہا ہو تو میں کہوں کہ پتھر لے کر اس کے پیچھے پڑ جاؤ۔ اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔ یہ جو روزمرہ کے دنیا میں فساد ہم کرتے ہیں۔ یا روزمرہ کے گھر جلاتے ہیں یا ایک دوسرے کی موٹریں جلاتے ہیں یا روز شہروں میں جو افراتفری ہوتی ہے میرے خیال میں اس کی کوئی اجازت نہیں دین کی طرف سے نہیں ہے نہ اس پہ اللہ کریم کی رضا حاصل ہوگی۔

حضرت شیخ المکرم

آخری قسط

ابھرتے ڈوبتے سورج

۷ر جون

کوئی روز سے خمینی کے انتقال اور چین کے اندرونی خلفشار کو بہت اہمیت دی جارہی ہے۔ اب خمینی کی خبریں تو ختم ہیں مگر چین میں خانہ جنگی بہت دہشتناک صورت اختیار کرتی جارہی ہے جس میں امریکی حکومت بھی بہت دلچسپی لے رہی ہے۔ جس کی وجوہات بظاہر تین ہیں اول کمیونزم کی شکست اور بقول امریکہ جمہوریت کی فتح ہو رہی ہے۔ دوسرا یہ فکر ہے کہ اگرچہ جمہوریت آرہی ہے مگر جن افراد کے اقتدار میں آنے کے مواقع زیادہ ہیں۔ وہ امریکہ اور اس کے طریق کار سے اختلاف رکھنے والے ہیں تیسرے امریکی متاثر ہو رہے ہیں جو چین میں موجود ہیں جن میں سفارت کار، کاروباری لوگ، طالبعلم اور سیاح شامل ہیں۔ ہزار خرابیوں کے باوجود ان ممالک کی حکومتیں صرف ٹیکس جمع ہی نہیں کرتیں، عوام کو لوٹا کر بھی دیتی ہیں۔ مثلاً بجلی یا پانی کے نہ ملنے یا لوڈ شیڈنگ کا کوئی تصور ہی نہیں، عورت حاملہ ہو تو مراعات ملنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اور بچے کی پیدائش، بچپن کی غذا، دوا، تعلیم اور بالغ ہونے تک الاؤنس ملتے ہیں۔ اگر بالغ ہو کر روزگار حاصل نہ کر سکے تو بیروزگاری الاؤنس پاتا ہے یہ بھی ایک سبب ہے کہ والدین اور اولاد کے رشتہ کا تقدس ایک تجارت یا پیشہ بن چکا ہے۔ اور وہ محبت جو اس کا خاصہ تھی اسے کھو بیٹھا ہے بایں ہمہ یہاں بھی کچھ لوگ وضعداری کے حامل ضرور ہیں۔ مثلاً ایک خاتون جو اب ذکر کرنے لگی ہے پہلے عیسائی تھی بتا رہی تھی کہ میرا ایک لڑکا ہے اس کے بعد خاوند سے علیحدہ ہو گئی مگر میں نے اس کی خاطر پھر شادی نہیں کی۔ بڑی محنت سے پالا پوسا اب بالغ ہوا تو گھر چھوڑ کر چلا گیا۔ اور میں اسے روک نہیں سکتی۔ صرف ایک حسرت ہے جس نے میرے دکھوں کے احساس میں اور گہرائی پیدا کر دی ہے۔ اس لیے کہ یہاں کی تعلیم کی دو خصوصیات ہیں۔ اول بچوں کو جوڑا جوڑا کر دیا جاتا ہے، دوم والدین سے کلی آزادی کا سبق دیا جاتا ہے۔ اگر بچہ سکول میں شکایت کرے کہ مجھے والدین نے جھڑکا ہے یا سزا دی ہے تو وہ پولیس کو شکایت کرتے ہیں اور بعض اوقات والدین کو جیل جانا پڑتا ہے۔ یا ان سے بچے لے لیے جاتے ہیں۔ اس کا اثر بچوں میں جدید تعلیمی کمالات کے ساتھ اخلاقیات

کی تباہی پر منتج ہوتا ہے میرے پاس ییلو پیجز ڈائرکٹری YELLOW PAGES. میز پر پڑی ہے یہ اگرچہ بنگلہ دیش ہندوستان اور پاکستان کے لیے ہے مگر اس میں امریکہ کے مختلف حالات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے صفحہ نمبر ۴۲ پر تیرہ سے انیس برس کی عمر کے بچے اور بچیوں کی اخلاقی صورتحال بتائی گئی ہے۔ جو ۱۹۸۰ء کے سروے کے مطابق یہ ہے کہ ۵۰ ہزار جنسی بے راہ روی میں مبتلا پائے گئے ہیں۔ اب ۱۹۹۰ء کی آمد ہے اور یہ دس سال بہت تیزی سے ترقی کرنے کے ہیں اب صورت حال کیا ہوگی اندازہ کریں۔ اگلے صفحے پر بزرگوں کی حالت بتائی گئی ہے کہ بہت امیر لوگ والدین کو نرس مہیا کر دیتے ہیں۔ متوسط بوڑھوں کے ہوسٹل میں بھیج دیتے ہیں اور نچلے طبقے کے لوگ ان سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ کم سنی میں اخلاقی بے راہ روی کے نتیجہ میں حاملہ ہونے والی بچیوں کی تعداد دس لاکھ سالانہ آتی جاتی ہے۔ جس میں چھ لاکھ بچے پیدا کرتی ہیں اور چار لاکھ ضائع کرا دیتی ہیں۔ یہ بھی دس سال پرانی خبر ہے۔ یہاں بغیر باپ کے لوگوں کو گلیوں کا تمر FROM STEET کہا جاتا ہے چوری راہزنی اور قتل سے کسی وقت کوئی محفوظ نہیں یہ الگ بات ہے کہ حکومت کے کارندے بھی رات، دن دوڑ دھوپ میں لگے رہتے ہیں۔ جیسے اب اپنے لوگوں کو چین سے نکالنے کے لیے حکومت پوری طرح کوشاں ہے۔ کل ایک عزیز ڈاکٹر صاحب کے ہاں دوپہر کا کھانا تھا وہاں دوسرے ڈاکٹر صاحب یہاں کی حالت بیان کرتے ہوئے بتا رہے تھے کہ میرے پاس مریض آیا اسے دیکھنے لگا تو فون کی گھنٹی بجی میں نے کہا ایک منٹ میں حاضر ہوتا ہوں چونکہ فون ساتھ کے دوسرے کمرے میں تھا میں فون سن کر پلٹا تو نہ مریض تھا اور نہ میرا اٹیچی کیس جو میز پر رکھا تھا۔ بلکہ میز پر جو پنکھا چل رہا تھا وہ بھی مریض لیتا گیا اور دوسرے ڈاکٹر صاحب کی نئی کار کا شیشہ توڑ کر کوئی ریڈیو ٹیپ وغیرہ نکال کر لے گیا۔ یہ رات کا واقعہ ہے۔ بہر حال یہ اللہ کی عظمت سے دوری کے نتائج ہیں۔ جنہیں روکنا حکومت کے بس کی بات نہیں۔ اقتصادی نظام بھی بہت سخت ہے جس قدر کوئی کماتا جائے اس قدر اخراجات کے مواقع بھی اس سے سرمایہ چھیننے کے لیے سرگرم عمل رہتے ہیں۔ اور بہت کم لوگ سرمایہ جمع کر سکتے ہیں۔ لیکن عموماً وہ بھی اپنی اولاد اس معاشرے میں گم کر بیٹھتے ہیں اور تاریکی اگرچہ بہت گہری رات، بہت لمبی ہوتی جا رہی ہے مگر روشنی کی کرنیں بھی نظر آسکتی ہیں۔ دراصل مغرب کا اصل مریض یہودی ہے جس نے بہت ہوشیاری سے اقتصادی ڈھانچہ ایسا ترتیب دیا ہے کہ روپیہ سب سے نکل کر اس کی جیب میں گرتا رہتا ہے اور ان لوگوں کو شراب اور خنزیر کا عادی کر کے ان کے اخلاق کا جنازہ نکال دیا ہے خود سب کچھ بیچتا ہے مگر کھاتا نہیں بلکہ اپنا حلال جیسے وہ کوشر کہتا ہے استعمال کرتا ہے اور بڑی مصیبت یہ ہے کہ مغرب پر اس قدر چھا چکا ہے کہ یہ لوگ اس ڈاکو کو اپنا نجات دہندہ سمجھ بیٹھے ہیں اور یہ اس معاشرے کا بہت بڑا المیہ ہے۔ جو نشے میں مدہوش اسکے اشارے پر ناچ رہا ہے آج میں بہت دیر تک ایک یہودی مبلغ کی بحث ٹیلیویژن پر دیکھتا رہا جو جگہ جگہ اپنی کتاب کے حوالے بھی پیش کر رہا تھا جس کا ماحصل یہ تھا کہ یہودیت کے علاوہ بظاہر بھی کوئی جائے پناہ نہیں اس نے ہٹلر سے شروع کر کے لینن اور مارکس کو بھی نشانہ بنایا کہ انہوں نے یہودیت کے خلاف اقدام کیے تو گاڈ نے انہیں تباہ کر دیا۔ اب روس کے جدید حالات زلزلوں سے تباہی ایٹمی بجلی گھر کا حادثہ اور گاڑی کا حادثہ بھی اپنی دلیل کے طور پر دہرا رہا تھا۔ پھر لبنان کی خانہ جنگی (جو چند روز سے شروع ہے) پر پہنچا اور آخر میں اسرائیل پر گاڈ کی رضامندی کے طور پر بتا رہا تھا کہ ایک ایکڑ زمین میں سے اٹھائیس ٹن ٹماٹر حاصل ہوتے۔ یہ سارا بیان بظاہر مدلل اور بڑا پرکشش تھا۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ کاش مسلمان اس ڈوبتے سورج کو سہارا دے سکتے۔ کاش اس بجھتے چراغ کو یہودیت کے جھکڑوں سے بچانے کی سعی کرتے اے کاش قرون اولیٰ کا کردار واپس لا کر ثابت کر سکتے کہ امان اسلام کے دامن میں ہے اور سکون اسی کے ٹھنڈے اور معطر سائے میں مگر مسلمان تو خود ان کے پیچھے بھاگنے میں لگا ہوا ہے۔ خود اپنی منزل سے مخالف سمت دوڑ لگا رہا ہے۔ مولوی، پیر اور بزرگ تک اس سیلاب میں بہہ رہے ہیں الا ماشاءاللہ یہ میں اس لیے نہیں کہہ رہا کہ اپنی پارسائی کا ڈھنڈورا پیٹوں بلکہ اس درد سے کہہ رہا ہوں جو مجھے محسوس ہوتا ہے۔ ملک میں سرکاری اور حکومتی سطح پر تمام دعووں کے

باوجود اسلام کو نصاب تعلیم تک میں شامل نہیں کیا گیا اور نہ دینی تعلیم کی حکومت کے ہاں کوئی اہمیت ہے۔ لہذا بیشتر لوگ ساری عمر دینی علم سے ناآشنا ہی رہتے ہیں اور دینی علوم کی طرف اکثر وہ لوگ متوجہ ہوتے ہیں جو معاشرے میں جگہ پانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ لہذا کچھ سرمایہ جمع کرکے کوشش کرتے ہیں کہ اولاد کو تہذیب، جدید کی آغوش میں پہنچا سکیں ایسی اکثریت خواہ ان کے نام کے ساتھ علامہ لگتا ہو یا پیر ان میں سے ہر ایک اپنی ساری کوشش اسی میں صرف کرتا ہے اور دین کے نام پر سرمایہ جمع کرنے کی تدبیریں کرتا رہتا ہے۔ سوائے اللہ کے نیک بندوں کے جو اس ہجوم میں بہت ہی کم ہیں اور علمی گھرانوں کے چشم وچراغ جن کا پیشہ نہیں علم وراثت ہے۔ میں کیا ہوں ایک مشت غبار جس میں سنگ بھی ہیں کانٹے بھی ہیں اور جس کا دامن ہر خوبی سے خالی ہے صرف ایک جذبے ایک درد کا امین جو ایک مرد خدا کی جوتیوں سے مس ہو کر نصیب ہو گیا اور یہ محض اللہ کی عطا ہے ورنہ میں آج بھی اس قابل نہیں کہ اتنی بڑی دولت مجھے بخشی جائے اور پھر اس کو لٹانے اور انسانیت تک پہنچانے پہ نوکری لگی تو وہ کام کر رہا ہوں۔ میں گزشتہ اوراق کے بیانات میں ذکر، ضرورت اور توجہ وغیرہ پر گزارشات پیش کر چکا ہوں۔ اور اسی روایت کو دوسروں تک پہنچانے کی سعی ملک میں بھی اور بیرون ملک بھی میرا مشن ہے اللہ کرے
اسے علماء اور پیر حضرات بھی حاصل کرلیں۔ اور دوسروں تک پہنچائیں۔ تو ایک بار پھر اس چمن میں بہار آسکتی ہے جس کی عطر بیز فضاؤں میں کبھی انسانیت کو سکون نصیب ہوا تھا۔
اور الحمدللہ تھوڑے سہی مگر برطانیہ اور یورپ کے دوسرے ممالک سمیت امریکہ اور کینیڈا کے اکثر بڑے شہروں میں اللہ اللہ کرنے والے لوگ ہیں۔ اللہ انہیں استقامت دے تو ممکن ہے کبھی یہی چھینٹی ہوئی کرنیں سورج کی آمد کا پیش خیمہ بن جائیں۔ بہرحال اب آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ کل کینیڈا جانے کا پروگرام ہے۔ اللہ توفیق بخشے اور خلوص کے ساتھ کچھ کام ہو سکے۔ صرف چند سہی خواہ صرف ایک ہی ہو مگر ایک دل بھی تو ایسا ہو جو اللہ کی تجلیات سے روشن ہو اور جس کی ہر دھڑکن سے اس کے نام کی صدا آتی ہو۔ یہ کام اور ان فضاؤں میں اگرچہ بہت ہی مشکل ہے مگر ناممکن تو نہیں اور ہم پر بحیثیت امت مسلمہ انسانیت کو اللہ کی طرف بلانا برائی سے روکنا اور بھلائی کی بات پہنچانا فرض بھی تو ہے نتائج اللہ کے دست قدرت میں ہیں اور کوشش ہماری ہونی چاہیئے خواہ مقابلتاً کتنی کمزور کیوں نہ ہو کہ اللہ چاہے تو اسے بارآور کرنے پر قادر ہے۔

۹ رجون

کل ہم نیویارک سے مانٹریال پہنچے جو کینیڈا کا ایک خوبصورت شہر ہے۔ ہوائی سفر ایک گھنٹہ کا ہے اور سڑک کے راستے تقریباً چار صد میل فاصلہ ہے۔ پچھلی دفعہ ہم یہاں سے سڑک کے راستے واپس نیویارک گئے تھے۔ امریکہ کی خوبصورت ترین ہائی وے ہے۔ پہاڑ وادیاں، سبزے پہ چرتے ہوئے ہرن، بہتے دریا اور خوبصورت قصبے راستے کی طوالت کا اندازہ ہی نہیں ہونے دیتے۔ کچھ احباب سڑک کے راستے بھی آرہے ہیں کہ ہمیں یہاں سے ٹورنٹو اور پھر وہاں سے واپس نیویارک سڑک ہی سے جانا ہے۔ لہذا احباب ایک، آٹھ سیٹوں والی گاڑی میں آرہے ہیں۔ امریکہ اور کینیڈا کے مقامی لوگوں کے لیے تو آنے جانے کی کوئی پابندی نہیں اور باہر سے آنے والے افراد کو چیک ضرور کیا جاتا ہے کاغذات کی پڑتال وغیرہ ہوتی ہے۔ مگر کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ امیگریشن وغیرہ کے لیے عموماً خواتین ہی کام کرتی ہیں چند مرد بھی ہوتے ہیں مگر اکثر لڑکیاں نیز کام کرتی ہیں۔ کاغذات کی پڑتال سے فارغ ہو کر باہر آئے تو کسٹم آفیسرز میں خواتین بھی تھیں اور ایک ایسی خاتون بھی تھی جس کا قد پورے تین فٹ بھی نہ ہو۔ ہشاش بشاش، وردی پہنے ڈیوٹی پہ کھڑی تھی میں نے بھی اسے خاص طور پہ دیکھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اپنے یہاں تو اس سے بھیک منگوائی جاتی یا کسی کھاتے پیتے گھر کی ہوتی تو بھی زندگی کی نعمتوں سے محروم اور بیچاری کے نام سے زندگی کاٹتی مگر ان لوگوں کو دیکھو اسے بھی تعلیمی سہولت مہیا کی اور پھر دوسروں کے برابر ملازمت کا موقع دیا اور یوں وہ اپنی زندگی بالکل ایسی ہی گزار رہی ہے جیسے کینیڈا کا کوئی دوسرا شہری۔

یہاں امن وامان کی صورت بھی نسبتاً بہت بہتر ہے

چوری بھی کم ہے اور لوگ راتوں کو باہر گھومتے پھرتے بھی نظر آتے ہیں یہ ایک فرق ضرور ہے اس کے علاوہ تہذیب و اخلاق کا سورج ڈوب چکا ہے اور اخلاقی دنیا میں ظلمتِ شب کا بسیرا بھی ہے اور اسی کو دن سمجھ لیا گیا ہے۔ اگرچہ ظلمتِ شب کا دامن بھی ستاروں کی چمک سے خالی نہیں۔ تہذیب کے ان کھنڈروں میں بھی کہیں کہیں کوئی انسان نظر آ ہی جاتا ہے جس نے چھوٹی سی خوبصورت اور سچی سچائی دنیا بسا رکھی ہو۔ بالکل اسی طرح جس طرح ظلمتِ شب میں دور کہیں چھوٹا سا ستارہ چمک کر راستے کی خبر اور زندگی کی نوید سنانے کی سعی کرتا ہے۔ یہاں مانٹریال میں کل ایک شمارہ دیکھا جو بزمِ خواتین کے نام سے شائع ہوتا ہے اردو کا معیاری اور بلند پایہ ماہنامہ ہے۔ فریدہ واسطی صاحبہ شائع کرتی ہیں جن کے ذوقِ ادب کی داد دینا پڑتی ہے۔ یوں بھی انگریزی بولتے بولتے منہ ٹیڑھا ہونے لگا تھا اردو کا شمارہ دیکھا تو آنکھوں میں چمک آگئی۔ ورق گردانی کی تو بہت کچھ پایا خوبصورت شعر، عمدہ مضامین، نامور مسلمان خواتین کے حالات احادیث مبارکہ کے پھول، لطیفے، طنز و مزاح اور اردو انگریزی روزناموں کی فوٹو سٹیٹ سے لے کر اشتہارات تک ہر شے ایک قرینے سے سجی ہے۔ یہ شمارہ جنوری، فروری کا ہے اور زندگی کے ہر پہلو سے تھوڑی بہت بحث ضرور کرتا ہے اور یہ سب کے حالات مضامین اور آراء لکھ کر آخر میں فریدہ واسطی صاحبہ کا خوبصورت جملہ بہت سجتا ہے: "بزمِ خواتین میں شائع ہونے والے مضامین سے ادارہ کا اتفاق کرنا نہ کرنا ضروری نہیں" لو کر لو گل اب آیئے آپ! اس کے چند اشعار بھی پیش کرتا ہوں کہ آپ نے بہت دیر تک میرے شکوے سنے ہیں جو ایک صبر آزما کام ہے۔ اس کے سرورق پہ "بیانِ دل" ہے یہ موتی میں نے وہیں سے چنے ہیں۔

یہ دیس ہے پتھر کا کہیں اور چلا جا
دیکھے گا یہاں کون تیری روح کے چھالے

کس خوبصورتی سے تہذیبِ مغرب اور اس کے اثرات کو ایک مصرعے میں سمو دیا ہے۔ ہیلی فیکس سے چاندنی صاحبہ کی رباعی بھی قابلِ داد ہے اور اس کا یہ معنی بھی ہے کہ ان تک بزمِ خواتین کی رسائی بھی ہے تو سنئے

ہمارے گھر میں یوں تو کیا نہیں ہے
بس اتنا ہے کوئی رہتا نہیں ہے
تجھے چاہا ہے جس ساعت میں میں نے
وہ ساری عمر ہے لمحہ نہیں ہے

شاید یہی لمحہ حقیقی عمر ہوتا ہے۔ جس کا اختیار انسان کے بس میں ہے جب وہ راستہ منتخب کرتا ہے تو شکوک کی وادیاں، کفر کی تاریکیاں، شاہد دہلوی صاحب نے ایسٹ مانٹریال سے شعر کہا ہے جو ان کے دہلوی ہونے کا گواہ لگتا ہے۔

روٹھا ہی رہے مجھ سے یہ منظور ہے لیکن
یارو اسے سمجھاؤ میرا شہر نہ چھوڑے

اور بیگم ادا کاظمی نے کتنی خوبصورت بات کی ہے۔

نام جو بھی ہو نسب جو بھی ہو
تھا وہ اک شخص عجب جو بھی ہو
اس سے کہنا کبھی آ کے ملے
ہم سے رنجش کا سبب جو بھی ہو

بہرحال مجھے بہت اچھے لگے میں نے لکھ دیئے۔ ضروری نہیں کہ آپ بھی انہیں پسند کریں اور ویسے بھی لوگ مجھ سے تب تک متفق نہیں ہو سکیں گے جب تک خود یہ سب کچھ دیکھ نہ لیں۔ میں نے پاکستان میں بیٹھ کر بہت کچھ سنا تھا۔ یہاں آ کر دیکھا تو پتہ چلا کہ جسے ہم دیوانے کی بڑ جانتے تھے وہ نہ صرف سچ تھا بلکہ بہت تھوڑا حصہ تھا۔ سارا فسانہ سنانا کسی کے بس کی بات نہیں۔ اب ہم کہتے ہیں تو لوگوں کا ردِ عمل بھی یہی ہوگا کہ خواہ مخواہ کہتے ہیں۔ وہ تو بہت خوبصورت دیس ہیں۔ اور ایک طرح سے ٹھیک ہی کہتے ہیں۔

۱۰ر جون

یہاں موسم میں مزیدار خنکی ہے۔ اور کل سے پھوار پڑ رہی ہے۔ ہر طرف سبزہ اور پھول ہیں۔ سڑکوں کی درمیانی روشوں پر اکثر چوراستوں پر محلے یا آبادی کا نام خوبصورت پھول اگا کر لکھا گیا ہے۔ اور تقریباً ہر دوسرے کھمبے کے درمیان میں گملا لگا ہوا ہے۔ جو پھولوں سے پھٹا پڑتا ہے۔ مانٹریال بہت دور دور

تک پھیلا ہوا شہر ہے۔ دو دریا اسے کئی بار قطع کرتے ہیں جن پر بہت خوبصورت اور بڑے بڑے آہنی پل بنے ہوئے ہیں۔ یہاں کا ڈالر امریکی ڈالر سے ذرا کم ہے اور تمام مغربی ممالک میں یہاں تحفظ بہتر ملتا ہے کل شام ایک کمیونٹی سنٹر میں مدعو تھے جس کا اہتمام ایک پاکستانی دوست نے کیا تھا وہاں بات کرنے کا بہت وقت تھا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بیان ہوا اور کچھ دیر مختلف سوال و جواب لوگوں کی اکثریت پاکستان کی سیاسی صورت حال سے بہت متفکر ہے۔ جس کے بارے وہ بہت کچھ جاننے کے خواہشمند ہیں۔ اور یہاں میں سیاست سے واقف ہی نہیں تھا بہرحال اپنی عقل کے مطابق جو کچھ میں آسکا وہ ضرور بتایا اور پھر انہی صاحب کے ہاں کھانا بھی تھا۔ انہوں نے نہایت پر تکلف دعوت کا اہتمام کر رکھا تھا اگرچہ مجھے تو پرہیزی کھانا ہی کھانا تھا۔ مگر ان کا اپنا شوق بھی تو تھا کہ مہمانداری اور میزبانی تو ہمارے ملک کی خصوصیات میں سے ہے اور پھر اعوان قبیلے سے تھے۔ جو ایک قدیم عرب قبیلہ ہے۔ اور حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ہے۔ شکار۔ بندوقیں اور مہمان نوازی ان کے مشترکہ مشاغل ہیں خواہ دنیا کے کسی حصہ میں ہوں۔ رات دیر سے لوٹے اگرچہ انہوں نے وعدہ لیا تھا کہ اگر پروگرام بن سکے تو صبح آ جئے۔ بن کی سیر کو چلیں گے۔ یہاں قریب ہی سے جنگل شروع ہو جاتا ہے۔ جس میں بلند و بالا پہاڑ، خوبصورت وادیاں اور نظر فریب جھیلیں ہیں۔ مگر میں طبیعت میں تھکن پاتا ہوں۔ اس لیے کہیں جانے کا پروگرام نہیں بن پا رہا۔ ابھی کل تک یہاں ٹھہرنا ہے پھر دیکھیں جو اللہ کو منظور ہو گا کہ انسان محض ایک عاجز بندہ ہے بے حیثیت اور کمزور۔

۱۲ر جون

کل صبح ملک صاحب ہمیں باہر لے گئے، بہت خوبصورت علاقہ ہے۔ شہر کے ساتھ ہی زرعی رقبہ شروع ہو جاتا ہے۔ جو بہت زرخیز ہے اور سبزیاں، مختلف پھول اور غلہ بہت کثرت سے ہوتا ہے۔ بلکہ کاشتکاروں کو اکثر

زمین تیار کرنے پر مناسب رقم حکومت کی طرف سے مل جاتی ہے کہ کاشت نہ کریں پہلے ہی غلہ وافر ہوتا ہے جو یہ لوگ سمندر میں پھینکتے رہتے ہیں۔ زرعی مشینری بہت ہے۔ چھوٹے بڑے ٹریکٹروں کے ساتھ بے شمار پرزے لگا کر مختلف کام لیے جاتے ہیں۔ شہر سے تھوڑی دور شمال میں پہاڑی علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ یوں تو مانٹریال شہر وادیوں اور پہاڑوں پر ہی پھیلا ہوا ہے جسے دو دریا کم از کم دو دو بار قطع کرتے ہیں۔ جن پر خوبصورت پل ہیں۔ مگر باہر ذرا بلند اور نسبتاً زیادہ پہاڑی علاقہ شروع ہوتا ہے۔ اس ملک میں امن و امان کی حالت بہت بہتر ہے۔ جنگل، جھیلوں اور دریاؤں سے پٹے پڑے ہیں۔ اور وادیوں چھوٹی جھیلوں کے کناروں پر شہر کے لوگوں نے بھی خوبصورت گھر بنا رکھے ہیں۔ جہاں وہ چھٹیاں گزارتے جاتے ہیں۔ ہفتہ اتوار دو روز چھٹی ہوتی ہے جو باہر گزارتے ہیں اور پھر واپس آ جاتے ہیں۔ یہاں عام آدمی کو پس انداز کرنے کی عادت نہیں غالباً انہیں ضرورت نہیں پڑتی۔ اگر حادثہ یا بیماری آئے تو حکومت الاونس وغیرہ دیتی ہے۔ لہٰذا یہ سب کچھ کرتے رہتے ہیں۔ ذاتی کشتیاں لے جاتے ہیں وہاں کرائے پہ مل سکتی ہیں۔ ان میں سیر کرتے ہیں۔ مچھلیاں پکڑتے ہیں جو بہت لذیذ ہوتی ہیں، پارکیں اور جھولے بنے ہوئے ہیں اور ہر اکیلے گھر کو بھی پانی بجلی ٹیلیفون وغیرہ کی سہولت مہیا ہے۔ پہاڑوں پر سکیٹنگ کرنے کی جگہیں بھی ہیں جہاں الیکٹرک کاریں اوپر لے جاتی ہیں اور پھر لوگ برف پر پھسلتے ہوئے نیچے آتے ہیں۔ پیراکی کے تالاب اور ان پر عجیب و غریب تماشے بنے ہیں۔ ذرا آگے چل کر دیہات شروع ہو جاتے ہیں۔ سڑکیں دو طرح کی ہیں۔ ایک ہائی وے جو بہت کھلی ہے اور دو رویہ سڑک ہے جو سیدھی سیدھی چلتی ہے دوسری سروس روڈ جو مختلف دیہات سے ہو کر گزرتی ہے دیہات اور شہروں میں سڑکوں پارکوں، ہسپتالوں، بجلی، پانی یا بازار کی دکانوں اور صفائی وغیرہ میں کوئی فرق نہیں جو سہولت شہری کو حاصل ہے دیہاتی کو بھی نصیب ہے۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ پھیلا ہے۔ اوپر پہنچ کر مختلف چشمے بہہ کر جھیلیں بناتے ہیں جو آپس میں مل کر تقریباً ۱۱ میل لمبی ایک جھیل بن گئی ہے۔

جو مختلف وادیوں میں گھومتی پھر رہی ہے۔ اور رنگا رنگ کشتیوں میں لوگ سیر کرتے ہیں۔ جنگل میں غسلخانہ اور بیٹھنے کی جگہ بنی ہیں چنانچہ اوپر پہنچ کر کھانا کھایا جو ملک صاحب ساتھ لائے تھے۔ وہ بتاتے رہے کہ یہاں سبزہ ہوتا ہے یا پھر برف کی سفیدی یہ پہاڑی علاقہ شمال میں بہت دور تک جاتا ہے یہاں سے دو سو میل آگے جائیں تو وہاں روئیدگی بہت تیزی سے ہوتی ہے اگرچہ یہاں بھی بہت ہے مگر وہاں تو آدمی پودے کو بڑھتا ہوا محسوس کرتا ہے آج کل وہاں طرح طرح کے پرندے ہزاروں میل سفر کر کے پہنچتے ہیں بیشمار جانور ہرن وغیرہ کی مختلف اقسام اور ہر طرح کے درندے جمع ہوتے ہیں۔ وہاں آج کل سورج غروب نہیں ہوتا اور چھ مہینے کا طویل دن ہوتا ہے۔ لہٰذا دو تین ماہ جانوروں کی بھیڑ لگی رہتی ہے۔ جو بچے دیتے ہیں اور پھر انہیں ساتھ لے کر چلے جاتے ہیں۔ واپس جہاں سے آئے تھے پہاڑ وادیاں دریا اور نالے عبور کر کے واپس پہنچ جاتے ہیں۔ آجکل ریچھ بھی متحرک ہوتا ہے جو ساری سردیاں پڑا سوتا ہے اور مہینوں کچھ کھائے پیئے بغیر سوتا ہے۔ آج کل بھرپور زندگی گزارتا ہے۔ جب سردیاں شروع ہوتی ہیں تو سب جانور غائب کوئی نظر نہیں آتا سوائے ریچھ خرگوش یا چند مقامی جانوروں کے۔ اور انہیں اللہ کریم نے عجیب اوصاف بخشے ہیں۔ برف پر یہ سفید ہو جاتے ہیں اور جب برف نہیں رہتی تو بھورے۔ قدرتی طور پر بالوں میں وہی رنگ آ جاتا ہے۔ مچھلی کی بے شمار اقسام دریاؤں کو چیرتی ہوئی وہاں پہنچتی ہیں بچے دیتی ہیں۔ اور انہیں ساتھ لے کر واپس چلی جاتی ہیں سردی کی اپنی بہار ہوتی ہے اور لوگ برف سے بھی بہت لطف لیتے ہیں اور سیر مچھلی کا شکار اور سکینگ وغیرہ جو برف پر ہوتے ہیں یہاں سے مزید آگے جائیں تو تقریباً سات سو میل سے وہ بلندی شروع ہو جاتی ہے جہاں درخت نہیں اگتے اور سنگلاخ پہاڑوں کی دنیا ہے۔ سارا علاقہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ سردیوں کی طویل راتوں میں یہاں رنگ و نور کی بوچھاڑ ہوتی ہے ایک روشنی پھیلتی ہے تو سب وادیاں جگمگا اٹھتی ہیں انہیں NORTH LIGHTS یعنی قطبی روشنیاں کہتے ہیں۔ مگر ان کی کوئی توجیع تا حال جدید سائنس بھی نہیں کر سکی۔ یہ خلاق عالم کی صنعت کے ایسے گوشے ہیں اور پہلو ہیں جو عقل نارسا کی رسائی سے بلند ہیں۔ اور اس کی پہنچ سے باہر۔ مگر ان حسین وادیوں میں ان سنہری جھیلوں میں سرسبز میدانوں اور برف پوش خوبصورت اور روشن پہاڑوں میں بسنے والے اپنے خالق سے بیگانہ ہیں۔ ان کے حسن کو اپنی بے راہروی سے آلودہ کر رکھا ہے اور خوبصورت لمحوں کو گناہ کی دلدل میں غرق کیے جا رہے ہیں۔

مسلمان جس کے ذمے انسانیت کو سنبھالا دینا تھا اپنے اصل سے لوٹ کر ان ہی کی طرح حرص اور نفس کی خواہشات کا اسیر نظر آتا ہے خود ڈوب رہا ہے تو دوسرے کا ہاتھ کب تھام سکے گا۔ بہر حال کھانے کے بعد واپسی کا سفر تیزی سے طے کیا اور ظہر مسجد میں ادا کی۔ بیان تھا نئی نسل اور اس کی اصلاح کا طریق کار موضوع تھا جو گھنٹہ بھر سے زیادہ رہا۔ یہ سامعین کی طلب پر کیا گیا جسے اب یہاں نقل کرنا مشکل ہے کہ اب ٹورنٹو جانے کے لیے پا بر کاب ہیں کار سے جا رہے ہیں کہ راستے کا حسن بھی لوٹتے جائیں۔ پھر عصر سے پہلے ایک اور مسجد میں بیان تھا جہاں تک اس کے لیے گھنٹہ بھر کا راستہ تھا۔ اور لطف یہ کہ مطالبہ ان کا بھی یہی تھا لہٰذا اسی موضوع پر بات ہوئی یہ مسئلہ یہاں بہت ہیبت ناک صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ جس کے چہرے سے نقاب ہٹا کر میں نہ اپنی سیر کا لطف گنوانا چاہتا ہوں نہ آپ کو بے مزہ کرنا گوارہ ہے۔ ہاں خلاصہ بتا دوں کہ میں نے یہ مشورہ دیا ہے کہ والدین اپنی اصلاح کی فکر کریں۔ ضروریات کے بارے علم حاصل کریں اور عملی زندگی کو اسلام کے سانچے میں ڈھالیں نہ صرف آپ کے بچے بلکہ کفار بھی اسلام کی طرف مائل ہوں گے اور صورتحال بالکل بدل جائے گی۔ اب آپ خطرہ محسوس کرتے ہیں کہ کفر ہم سے ہماری نسل ہی نہ چھین لے۔ پھر کافروں کو فکر ہو جائے گی کہ اسلام تو ہمارے گھروں میں داخل ہو رہا ہے۔ اس پر مختلف پہلوؤں سے بحث، دلائل اور مثالیں، دو گھنٹے کی گفتگو تھی۔ مگر الحمدللہ بہت دوستوں کو بات پسند آئی۔ توفیق اللہ کریم کے دست کرم میں ہے۔ دعا کی جا سکتی ہے

اور کی جانی چاہیئے کہ رب جلیل مسلمانوں کے قلوب پھر سے زندہ کر دے اس مشتِ غبار کو پھر سے جرأت رندانہ بخشے۔ اپنی طلب اور ذوق جمال عطا فرمائے اور اسلام کے چمن میں پھر سے بہار آجائے۔ آمین۔

اب ہماری روانگی کا وقت ہو رہا ہے اگر ہو سکا تو آپ کو رانسے کی بھی اور ٹورنٹو کی بھی سیر کراؤں گا۔ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ روشنیاں صاف فضائیں اور دلی کیفیات پر اک شعر موزوں ہو گیا، چاہیں تو آپ بھی سن لیں۔ ؎

آتی ہے نظر گنبدِ خضریٰ کی روشنی
پھیلی ہے چار سُو شہِ بطحا کی روشنی

آج سفر لمبا ہے ممکن ہے اللہ کرے نعت بن جائے تو آپ کو ضرور سناؤں گا انشاء اللہ۔

۱۳ / جون

مانٹریال سے نکل کر ہائی وے پر چل پڑے۔ تقریباً ۳۲۵ تین سو پچیس میل سفر تھا۔ لہٰذا بہت تیزی سے چلتے رہے۔۔ دریا ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ جو بہت بڑا ہے اور راستے میں مختلف جگہ پھیل کر بہت بڑی جھیلیں بناتا ہے جن کے کنارے تفریح گاہیں اور سستانے کی جگہیں بنی ہیں۔ ایک جگہ بہت بڑی جھیل میں ہزار سے زائد جزیرے ہیں چھوٹے چھوٹے پہاڑی ابھار جو درختوں سے لدے ہیں ان سب میں تفریح گاہیں بنی ہیں۔ ان کا نام ہی ہزار جزیرہ ہے۔ THOUSAND ISLAND اس کے درمیان میں ایک بہت خوبصورت پل ہے۔ اور دوسری طرف بھی کینیڈا کی تھوڑی سی زمین ہے جس میں پارک بنا ہوا ہے۔ پل پر سے دونوں طرف جزیروں کا خوبصورت منظر ہے اور رنگ برنگی کشتیاں اور خوبصورت جہاز سیاحوں اور سیر کے طلب گاروں کو دامن میں بھرے پھرتے نظر آتے ہیں۔ ہم نے یہی فیصلہ کیا کہ یہ جگہ ضرور دیکھیں گے بڑے غور سے نقشے پڑھے گئے اور ہائی وے چھوڑ کر پل کا رخ کیا۔ پل سے گزر گئے۔ سامنے خوبصورت پارک تھا اسے دیکھتے دیکھتے

تب پتہ چلا جب ہم امریکہ کی سرحدی چوکی پر تھے۔ کیونکہ یہاں کینیڈا کی جگہ تھوڑی سی تھی۔ آگے سرحد تھی سب کو غلطی کا احساس ضرور ہوا مگر وہ تو ہو چکی تھی۔ سرحدی محافظ نے کھڑکی سے لگ کر پوچھا جناب کیا ارادے ہیں۔ ڈرائیور صاحب تو امریکہ کے باشندے تھے انہوں نے اپنا بتایا ہمارے بارے بتایا کہ یہ پاکستان سے ہیں اور ٹورنٹو جا رہے تھے غلطی سے یہاں آگئے۔ اس نے بڑے مزے سے کہا تم لوگوں نے غلطی کی ہے مگر میں تہیں کروں گا لہٰذا گاڑی ایک طرف کھڑی کریں اور سب کاغذات لے کر دفتر آئیں۔ مرتا کیا نہ کرتا دفتر میں ڈیڑھ گھنٹہ کی چیکنگ کے بعد مطمئن ہو کر اس نے کہا آگے سے پلٹ کر چلے جاؤ۔ خوش ہوئے کہ چلو خیر ہے مگر واپسی والی سڑک کینیڈا کسٹم پر لے گئی۔ انہوں نے حال زار سنا تو تڑپ گئے اندر بلایا اور اسی کارروائی پر آنا ہی وقت وہاں لگ گیا نئے سرے سے ویزے پر مہریں لگیں۔ بلکہ گاڑی کی تلاشی فالتو۔ یوں تین گھنٹے خوار ہو کر ہم سیر کا وقت ضائع کر چکے تھے۔ بس یہ اطمینان تھا کہ ہم شریف لوگ ہیں اور بار بار کی چیکنگ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ اگرچہ سیر کا وقت نہ تھا مگر کھانا بہر حال کھانا تھا۔ اور دوپہر کا ایک بج رہا تھا۔ ایک اور پارک کی طرف مڑے جہاں سامنے جھیل تو تھی پل وغیرہ نہیں تھا۔ کہ اب مزید کسٹم کی حاجت نہ تھی۔ کنارِ دریا چھوٹا سا گاؤں تھا۔ سجا سجایا خوبصورت، سایہ دار جگہ پر بیٹھ کر کھانا کھایا جو ساتھ رکھا ہوا تھا۔ اور آگے روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک جگہ پٹرول ڈلوایا سب نے وضو کیا اور ظہر ادا کی۔ ہم نماز کی تیاری کر رہے تھے تو دو نوعمر بچیاں سائیکلوں پر سوار آ نکلیں۔ پوچھا کیا کرو گے کہا اللہ کی عبادت کریں گے۔ کہنے لگیں ہم دیکھ سکتی ہیں کہا ضرور، چنانچہ وہ بیٹھ گئیں۔ ہم نے باجماعت دوگانہ ادا کیا۔ دعا مانگی تو کہنے لگیں پوری ہو گئی۔ کہا ہو گئی تو کہنے لگیں بہت خوبصورت نظم و ضبط سے ادا ہوئی۔ آپ ادھر سے جب بھی گزریں تو یہاں یہ کیا کریں۔ عظمت نے پوچھ لیا کہ تم دعا نہیں کرتی ہو تو ایک نے کہا میرا تو خدا ہی نہیں نہ مجھے علم ہے ہاں یہ عیسائی ہے۔ دوسری نے کہا میرا خدا ہے۔ کبھی کبھی دعا

کیا کرتی ہوں اور یوں ان سے رخصت ہو کر آگے چلے۔ سارا کینیڈا خوبصورت سبزہ زاروں، گھنے جنگلوں اور خوبصورت وادیوں کا دیس ہے۔ لوگ عموماً لکڑی ہی سے سارا گھر بناتے ہیں۔ اور دیواروں پر خوبصورت کاغذ چسپاں کر لیتے ہیں راستہ خوبصورت موٹروں سے یوں بھرا ہوتا ہے جیسے سیلاب رواں ہو۔ ایک قسم کا گھر بناتے ہیں۔ جیسے بڑے ٹرکوں پر لاد کر جہاں جی چاہا لے گئے۔ اور وہاں بس گئے۔ آب مجھے مزید شعر موزوں کرنے کی سوجھی تو یہ راستے میں لکھے جن پر نظر ثانی کرنا باقی ہے مگر آپ سے کیا پردہ آپ سن لیں پھر دیکھی جائے گی۔

آتی ہے نظر گنبد خضریٰ کی روشنی
پھیلی ہے چار سو شہ بطحا کی روشنی

روشن ہے ان کے نام سے سارے جہان میں
مومن کا دل بھی اور دل بینا کی روشنی

مغرب کی روشنی میں ہیں تاریکیاں بہت
چھینتی ہے ظلمتوں نے چشم وا کی روشنی

ننگے بدن میں چاک گریبان ہے کوئی
وحشت نصیب ہے انہیں لگو اکے روشنی

ہے جنس اور مال کا رشتہ فقط یہاں
گم ہو گئی نسب بھی ہوا کی دنیا کی روشنی

سب کہہ نہیں سکتا کوئی آتا ہے جو نظر
مانع ہے لب کشائی سے حیا کی روشنی

اس پتھروں کے دیس میں خادم تیرے حبیب
پاتے ہیں نور دل میں اور آقا کی روشنی

دل میں تڑپ ہے سوز ہے جگر میں آج بھی
آنکھوں میں تیرے نقش کف پا کی روشنی

کتنا رفیع مقام ہے ان کا خدا گواہ
ہر طرف ان کے کرم سے برسا کی روشنی

اللہ کرے کہ سینۂ مسلم ہو نور بار
یوں جس سے اک جہاں میں پھیلا کی روشنی

مجھ سے فقیر کو ملے نظر کرم کی بھیک
تیرے حریم ناز کی طیبہ کی روشنی

ممکن ہے نقاد حضرات کو ان اشعار میں فنی کمزوریاں نظر آئیں کہ مجھے شاعری پر عبور کا دعویٰ نہیں ہاں اپنے جذبات کو الفاظ میں ڈھالنے کی کوشش ضرور کی ہے۔ اور آفرین ہے ان کی رحمت پر کہ اس ظلمت کدے میں بھی طالبوں کے دل روشن ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

عصر ٹورنٹو آکر پڑھی۔ یہاں ہمارے عزیز جمال میاں نے ایک بڑی عمارت کی اٹھارویں منزل پر ہمارے قیام کیلئے فلیٹ خالی کرا رکھا تھا۔ رات آرام کیا اور صبح شہر کی سیر کو گئے سینکڑوں میلوں میں یہ شہر وادیوں، جھیلوں اور پہاڑوں پر پھیلا ہوا ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا جڑا گھر یہاں ہے آپ ایک بازار سے دوسرے بازار جانا چاہیں تو کسی گہری وادی میں اتر جاتے ہیں۔ جہاں پلوں پر اوپر نیچے گاڑیاں دوڑ رہی ہیں اور ہر طرف گھنا جنگل ہے چند میل بعد جب اوپر ابھرتے ہیں تو ایک پوش عمارتوں میں گھرا بازار آ جاتا ہے اور دوسری طرف جانا چاہیں تو پھر یہی حال۔ بڑی عجیب دنیا ہے۔ ہم ایک سٹور میں گئے۔ میلوں لمبا ایک ہی سٹور ہے اور میلوں ہی لمبی غالباً آٹھ منزلیں ہیں۔ جن میں دنیا بھر کی ہر چیز ملتی ہے۔ کروڑوں روپے کا تو شیشہ ہی لگا ہے۔ حتیٰ کہ شیشے کی لفٹ بھی شیشے کے گھر میں نصب اوپر نیچے دوڑ رہی ہے خود کار زینے لوگوں کی بھیڑ کو اوپر نیچے بھگائے پھرتے ہیں۔ ہمیں تو اس میں گم ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ واقعی مجھ جیسا آدمی بچھڑ جائے تو پتہ نہیں کس سمت جا نکلے گا۔ ہمیں اس کی سیر میں دن کے دو بج گئے۔ اور واپس چلے تو تین بجے مکان پر پہنچے، کھانا کھا کر آرام کیا۔ اب یہ چند سطور لکھی ہیں۔ رہی یہاں کی اخلاقی کیفیت تو وہ حسب سابق ہے یا کچھ بڑھ کر اور یہ بھی ہے کہ یہاں مسلمان نسبتاً زیادہ ہیں مساجد میں لڑائی کا رواج بھی ہے۔ اور ایک دوسرے کو کافر بنانے کی سعی بھی۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔ ہمارا یہاں پروگرام صرف ایسے حضرات سے ملاقات کا ہے جو گھر پہ آ جائیں کہ اب علماء سے الجھنے کی مزید ہمت نہیں نہ اس میں کوئی فائدہ نظر آتا ہے انشاء اللہ کل یہاں سے روانہ ہو کر نیاگرا کی آبشار کو دیکھتے

امریکہ میں داخل ہوں گے۔ اور رات قیام البانی میں ہوگا، پرسوں
نیویارک اور اگلی شام P.I.A میں واپس روانہ ہو جائیں گے۔

۱۷ر جون

P.I.A کل شام دس بجے نیویارک سے اڑا تھا اب امریکی وقت کے مطابق صبح کے پانچ بج رہے ہیں اس کا مطلب ہے کہ پیرس پہنچنے والا ہے۔ یہاں سے فرینکفرٹ جائے گا اور پھر انشاء اللہ اسلام آباد۔

ٹورنٹو میں آخری رات کچھ احباب سے کھانے پر ملاقات ہوئی۔ ضرورت ذکر پہ بات بھی ہوئی اور کچھ افراد کو ذکر کرنے کی توفیق بھی۔ اللہ قادر ہے جو چاہے کرے۔ یہاں کا ماحول دیکھ کر ذکر کی دعوت یوں لگتی ہے جیسے جہنم میں اذان۔ بس اتنا فرق ہے کہ اخروی جہنم کی نسبت یہاں انسان کے پاس واپسی کا دروازہ کھلا ہے۔ اور جب ذکر کی محفلیں سجتی ہیں۔ لوگوں کو تجلیات و انوارات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ بارگاہ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اور مشاہدات بیان کرتے ہیں تو ذکر الٰہی کی برکات کا اندازہ ہوتا ہے۔ اللہ کریم کا احسان عظیم ہے کہ مجھ سے بدکار کو اس خدمت کی توفیق بخشی الحمد اللہ۔

علی الصبح ٹورنٹو سے روانگی ہوئی یہ بات تاحال سمجھ نہیں آسکی کہ شہر میں جنگل ہیں یا جنگلوں میں شہر بسا ہے۔ گہری وادیاں ہر طرف، گھنا جنگل اور درمیان میں اوپر نیچے تین چار سڑکیں۔ موٹروں کی بھیڑ اور پھر سامنے بلند و بالا عمارتیں اور بازار شروع ہو جاتے ہیں۔ ڈیڑھ گھنٹہ تک دیکھتا رہا۔ مجھے شہر کی ابتدا سمجھ میں آئی نہ انتہا کا پتہ چل سکا۔ پھر آنکھ لگ گئی جاگا تو ہم نیاگرہ کی مشہور آبشار کے قریب پہنچ چکے تھے۔ سبحان اللہ وہاں کا اپنا حسن ہے بہت بڑا ریلا ایک بلندی سے آ کر گرتا ہے۔ ایک کنارہ کینیڈا میں اور دوسرا امریکہ میں ہے خوبصورت آبادی پارک چڑیا گھر، بچوں کے لیے جھولے اور بادلوں میں چھپے ہوٹل ایک مینار جو تقریباً سومنزل کے قریب بلند ہوگا۔ اس کے اوپر چھتری نما ہوٹل ہے جو اوپر سے گھومتا رہتا ہے ایسا ہی ٹورنٹو شہر کے درمیان میں بھی تھا آپ بیٹھ کر چائے پئیں اور چار سُو کا نظارہ بھی کریں۔ ہم کوئی تین گھنٹے تک پھرتے رہے اور پھر سرحد عبور کی۔ امریکہ میں داخل ہوئے دوسری طرف بھی سیاحوں کی دلچسپی کے اسباب بے شمار ہیں دونوں طرف عام چائے خانوں سے لے کر بہت بڑے بڑے ہوٹل ہیں۔ اور دن بھر میلہ لگا رہتا ہے۔ خصوصاً چھٹی کے دنوں میں بہت بھیڑ ہوتی ہے۔ حسن فطرت کا نظارہ کرتے ہوئے وہاں سے نکلے کہ آج کا سفر تقریباً ساڑھے چار سو میل تھا اور رات البانی میں ٹھہرنا تھا ساتھ بارش شروع ہو گئی جس نے البانی تک ساتھ نبھایا۔ سارا راستہ سبزے اور گھنے درختوں سے بٹا پڑا ہے۔ اور زرعی زمینیں ہیں جن میں جدید مشینی ذرائع سے کاشت ہوتی ہے۔ ذرا باہر بھی دیکھو اب جہاز جنوبی برطانیہ کے اوپر سے گزر رہا ہے اور اس زمین کا حسن اپنا انداز رکھتا ہے۔ ہر طرف حسن فطرت بکھرا پڑا ہے۔ شہر اور آبادیاں صبح کے سورج میں جگمگ جگمگ کرتے نظر آتے ہیں۔ مگر ان زمینوں کے باسی اندر سے اجاڑ ویران میں بدل چکے ہیں۔ اللہ سے دور اور انسانی اقدار سے محروم۔ اللہ کریم سب انسانوں اور بطور خاص مسلمانوں کو حق پہ چلنے کی توفیق بخشے۔

تو میں کچھ دیر باہر دیکھنے میں کھو گیا تھا معاف کیجیے گا اب بات جاری رکھتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ ہم نے عصر البانی پہنچ کر ادا کی۔ راستے میں دو جگہ رک کے کھانا ساتھ تھا۔ وہ کھایا نماز ادا کی۔ چائے پی اور برستی پھوار میں چلتے رہے۔ البانی بہت سے لوگ ملنے کے مشتاق تھے۔ کچھ خواتین تھیں جو اسلام کے بارے جاننے کی آرزو مند تھیں۔ ایک مسجد میں بیان تھا۔ چنانچہ کرنل مطلوب کچھ دوستوں کے ہمراہ مسجد گئے۔ اور خواتین کا اجتماع کرنل قیوم صاحب کے سپرد کیا خود مغرب کے بعد ذکر کرا سکا کہ بہت زیادہ تھک چکا تھا۔ اور پھر علی الصبح ڈیڑھ سو میل سفر کر کے نیویارک پہنچنا تھا۔ الحمد اللہ بہت اچھا کام ہوا اور اب تین سال کے بعد ذاکرین کی قابل ذکر تعداد نظر آتی ہے۔ یہ شہر بھی ظاہری

اعتبار سے بہت خوبصورت اور نیویارک ریاست کا دارالخلافہ ہے۔ یعنی گورنر یہاں رہتا ہے۔ امریکہ کا ملک تو ریاستوں ہی کا وفاق ہے اور ایک پارٹی کی صدارت میں حزب مخالف کے لوگ بھی گورنر ہیں۔

جہاز پیرس پہنچ چکا تھا۔ لہٰذا بات ادھوری رہ گئی۔ اب پیرس سے فرینکفرٹ اور پھر وہاں سے اڑ کر اسلام آباد کے راستے پر ہے تو پھر سے بات شروع کرتے ہیں۔ البانی میں ایک دوست کے گھر ٹھہرا صبح ناشتہ ایک دوسرے دوست کے ہاں تھا۔ رات بڑی مصروف گزری تھی۔ مگر صبح بھی آرام کا وقت نہ تھا ناشتہ کر کے نیویارک کے لیے چل پڑے، مگر یہاں تک آتے آتے مجھے اپنے سوال کا جواب مل چکا تھا۔ شاید آپ کو سوال یاد نہ ہو تو پھر سے دہرا دیتا ہوں کہ جب مغرب میں کفر بھی ہے اور بے حیائی بھی، کام گدھے کی طرح کرنا پڑتا ہے اور ساری عمر صرف کر کے بس اندازاً کچھ نہیں ہو سکتا اور اگر کچھ ہو بھی جائے تو آدمی یہاں سے جا نہیں سکتا تو آخر لوگ کیوں آتے ہیں۔ میرے خیال میں سب خرابیوں کے باوجود ان ممالک میں سہولتیں صرف چند خاندانوں یا محض حکمرانوں کے لیے نہیں بلکہ ہر شہری اور ملک میں رہنے والے ہر آدمی کو حاصل ہیں خوبصورت گھر اعلیٰ قالین، کار، گرم سرد ائر کنڈیشنر گیس بجلی اور پانی ٹیلی فون، ٹیلی ویژن اور ان سب چیزوں کا معیار اس قدر بلند ہے کہ میں نے اسلام آباد میں بھی ایسا نہیں دیکھا۔ زندگی کی یہ آسائش اور پھر ان کے عادی لوگ خصوصاً وہ بچے جو یہاں پیدا ہوتے ہیں۔ ان چیزوں کو چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ شہر اور گلیاں یوں صاف ہیں کہ ماچس کی تیلی یا کاغذ کا ٹکڑا تک نظر نہیں آتا۔ رہا دین تو وہ ہمارے پاس پاکستان میں کب ہے۔ جو یہاں نہ رہا تو ہمیں فکر ہو گی ہاں دل کی ویرانیوں نے لوگوں کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ مگر ظاہری آسائشوں نے پاؤں میں زنجیر ڈال دی ہے۔ اور جن کو یہ سب کچھ حاصل نہیں وہ امید کامرانی میں جان مار رہے ہیں۔ جہاں تک دل کے اجڑنے کی بات ہے تو اس کے بسنے کی امید اپنے ہاں بھی نہیں لہٰذا لوگ ہیں کہ ادھر کھنچے چلے آتے ہیں۔ بہر حال ہم نیویارک پہنچے رات کا قیام تھا۔ لہٰذا احباب جمع تھے جو نہ آ سکے وہ فون کرتے رہے۔ کچھ نئے لوگ حلقہ ذکر میں آئے کئی اسلام قبول کرنے کی سعادت سے مشرف ہوئے اور یہی برکات نبوی کا ظہور ہے اور حضرت شیخ المکرم کی کرامت ہے

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

ان سب رونقوں سے گزرتے ہم واپسی کے سفر پہ روانہ ہوئے۔ قیوم صاحب کو لندن جانا تھا۔ عظمت نہیں بھر کے لیے رک گیا اور ہم نے فجر پیرس آ کے قضا کی۔ ظہر پڑھی اور چل دیئے۔ نیویارک سے سوار عملہ پیرس میں بدل گیا۔ مگر پیرس والے بھی فرینکفرٹ تک ہی آئے پھر انہیں کسی اور جہاز پہ جانا تھا۔ ہمیں نئے ساتھی مل گئے۔ اب پیرس کے حسن کی بات، میں کیا کروں، ایک عالم مداح خواں ہے پھر سارا یورپ موسم اور سبزے کے لحاظ سے بہت ہی خوبصورت ہے۔ کوئی ایسا شہر نہ ہو گا جس میں دریا نہ ہو۔ جنگل نہ ہو جی ہاں شہروں میں جنگل اور جنگلوں میں شہر ہی تو خوبصورتی ہے۔ فرینکفرٹ کو جہاز سے دیکھا تو حد نگاہ تک پھیلا ہوا تھا۔ پہاڑ وادیاں جنگل اور درمیان میں دریا۔ یہاں سے نکلے تو مقامی وقت کے مطابق شام کے تین بج رہے تھے۔ کیا عملہ اور کیا مسافر انگریزی تہذیب سے گتھم گتھا ہو رہے تھے۔ یورپ کے باسیوں کی تو بات الگ ہے اہل مشرق کے ہر انداز میں مغرب جھلکتا ہے۔ مگر عادات مشرقی ہیں جنہیں میں نے بہت غور سے دیکھا۔ سوار ہوتے ہی عملہ فوراً کھانے پہ ٹوٹ پڑا اور کھڑے کھڑے جہاز میں کھاپی کر تیار ہو گئے۔ کرتے بھی کیا تین بج رہے تھے اور اگرچہ روزانہ الاؤنس تو ملتا ہے مگر بچ جائے تو کیا حرج، نہ صرف ساتھ ہمسفر عملہ بلکہ مقامی ہوائی اڈے پر کام کرنے والے بڑے بڑے صاحب لوگ بھی جہاز سے کھانے کے پیکٹ لے کر باہر راہداری میں رکھ رہے تھے جو دفتر لیجا کر کھائیں گے۔ اور پاکستان کو دعا دینگے۔ کچھ جو انتظامی امور میں مصروف رہے اور کھانے تک رسائی نہ ہو سکی جاتے جاتے کوک وغیرہ کے ڈبے اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ دراصل یہی پاکستان کی تاریخ ہے کہ جو جہاں ہے وہ لوٹنا چاہتا ہے جتنا لوٹ سکے اور بس! بڑے چھوٹے سیاستدان یا ڈاکٹر مبلغ و

واعظ یا پیر اس ایک بات اور اس ایک کام پہ سب متفق ہیں اور یونہی سہی کوئی نقطۂ اتحاد تو ہے کاش ہم حقیقت پسندی اختیار کریں اپنے حق پر قناعت کریں اور دوسروں کے حقوق ان کیلئے چھوڑ دیں تو آج بھی بحمداللہ ہماری حالت سدھر سکتی ہے اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ اپنے جہاز میں اپنا اخبار بھی نظر آیا اپنا یعنی پاکستانی نوائے وقت تو تھوڑا ہوتا ہے بٹ گیا اور ہمیں جنگ کی ایک کاپی ہاتھ لگی پہلے صفحے کی سرخیاں پڑھیں تو بیساختہ زبان سے نکل گیا باقی سب خیریت ہے ساتھ کرنل صاحب بیٹھے تھے انہوں نے پوچھا کیا کہا آپ نے ؟

عرض کیا کسی دور دراز فوجی کو گھر سے پرائمری پاس بیٹے نے خط لکھا تھا اور حالات یوں تھے کہ دادا جان جیل میں مکان کی چھت گر گئی ہے جس کے نیچے آکر امی سخت زخمی ہے اور ایک ٹانگ بھی تڑوا بیٹھی ہے۔ بھینس بیوولے گئے۔ چھوٹی کو بخار ہے باقی سب خیریت ہے۔ اللہ گواہ ہے سرخیوں کے متن پڑھنے کی ہمت نہیں پڑتی۔

میرا خیال ہے بہت باتیں کرلیں اب آپ اجازت دیجئے۔ کچھ سونے کی نقل کروں گا۔ ممکن ہے ایک آدھ اونگھ آجائے یا سو ہی جاؤں اور پھر اسلام آباد پاکستان گھر وطن جو میری شناخت ہے میرا اثاثہ ہے جس کی خیر اور بہتری ہی کی طلب و آرزو ہے۔ ان راستوں پر سفر کرتے ہوئے مغرب کو چلیں تو سورج ابھرتا ہی رہتا ہے ڈوبنے کا نام نہیں لیتا۔ اور مشرق کو رواں ہوں تو بہت جلدی جلدی غروب ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اب دیکھئے پھر سے غروب ہونے کو ہے۔ لہٰذا میں نے اس مختصر سی اور بکھری بکھری داستان کو "ابھرتے ڈوبتے سورج" کا نام دیا ہے یوں بھی کفر و اسلام کی آویزش نیکی بدی کی جنگ شرم و حیا اور بے حیائی کی جنگ ہی تو اس کا موضوع ہے۔ امید ہے آپ بھی یہ نام پسند کریں گے۔ اللہ کرے میری حقیر کوششیں اہل مشرق کو مغرب کا آئینہ دکھا سکے۔ آمین۔

توحید باری تعالیٰ

اے خدا تیرے سوا حاجت روا کوئی نہیں
تو ہی تو۔ تیرے سوا مشکل کشا کوئی نہیں

تو ہی دیتا ہے سبھی کو زندگی اور موت بھی
تو نہ جس کو دے شفا اس کی دوا کوئی نہیں

جس کو چاہے دے تو بیٹے جس کو چاہے بیٹیاں
تجھ سا پیدا کرنے والا اے خدا کوئی نہیں

در تمہارا چھوڑ کر جاؤں کہاں رب کریم
بخشتا ہے جو گناہ تیرے سوا کوئی نہیں

بخش دو مولا خطائیں مصطفیٰ کے واسطے
دو جہاں میں ایسا دل بر دل ربا کوئی نہیں

خاتمہ ایمان پر ہو ہر مسلمان یار کا
اے خدا اس کے سوا میری دعا کوئی نہیں

دور حاضر میں دکھاتا ہے خدا کا راستہ
انجم کے شیخ المحترم سا رہنما کوئی نہیں

مشتاق انجم ادیبی

بابری مسجد

حضرت مولانا محمد اکرم

دنیا میں، ہماری تعداد بحمداللہ بہت زیادہ ہے۔ لیکن صورتحال یہ ہے کہ دنیا کے ہر ملک میں مسلمان پامال ہے۔ ہمیں یہ نوید سنائی جاتی ہے اور آج تو خاص طور پر کہا گیا۔ اخبار کے ذریعے بھی اور دوسرے ذرائع ابلاغ سے بھی کہ جمعہ کے تمام خطبوں میں یہ بات کہی جائے کہ فاتح ہندوستان ظہیر الدین بابر نے اجودھیا میں کبھی ایک مسجد بنائی تھی۔ اب اس مسجد کے سامنے ہندو ایک بڑا مندر بنا کر اسے اس کی بغل میں دبا دینا چاہتے ہیں۔ پہلے تو ہندوؤں نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ مندر تھا۔ بابر نے مسجد میں تبدیل کیا لہٰذا مسجد کو مندر بنایا جائے۔ باوجود ہندو حکومت ہونے کے عدالتیں اور جج ہندو ہونے کے ہندو وکیل یہ ثابت نہ کر سکے کہ کبھی یہاں کوئی مندر تھا۔ اس لیے کہ اسلام میں اجازت ہی نہیں ہے کہ کسی قوم کے عبادت خانے خراب کیے جائیں۔ یا انہیں توڑ پھوڑ کر مساجد بنائی جائیں تو ہندوستان کی ہائی کورٹ نے ہندوؤں کا وہ مقدمہ خارج کر دیا اور اپنے فیصلے میں لکھا کہ کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ کبھی وہاں کوئی مندر تھا۔ اب انہوں نے یہ طے کر لیا کہ وہ اس کے ساتھ مندر بنائیں گے۔ وہ ظہیر الدین بابر کے زمانے کی قدیم مسجد ہے۔ اس کا نام بھی بابری مسجد ہی معروف ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ مسلمانوں نے بیت اللہ کو فتح کر کے تمام بت اٹھا کر باہر پھینک دیئے۔

اب روئے زمین پر دو سو کروڑ یا دو ارب مسلمان ہیں وہ کہتے ہیں دعا کرو خدا ان ہندوؤں کو مندر بنانے سے روک دے اللہ ایسا غیور رب ہے کہ وہ اس قسم کی دعائیں قبول کرنا تو درکنار، سننا گوارا نہیں فرماتا۔ دعا کا ایک طریقہ ہوتا ہے، ایک سلیقہ ہوتا ہے دعا کا قاعدہ یہ ہے کہ جب مشرکین مکہ نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دی تو رب جلیل نے مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دے دی۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان جہاد فرمایا۔ ۳۱۳ خدام جن میں بوڑھے بھی تھے۔ بچے بھی تھے جن کے پاس کھانے کو، پہننے تک کو نہیں تھا۔ اسلحہ نہیں تھا۔ سواریاں نہیں تھیں۔ جیسے بھی تھے۔ انہیں لے کر میدان بدر میں حاضر ہوئے۔ کفار کے لشکر کے سامنے ان تہی دست، خالی پیٹ، لباس سے محروم لوگوں کو صف آرا کیا اور میدان بدر میں سربسجود ہو گئے کہ بار الٰہی سارے کا سارا اسلام میں کفر کے مقابلے میں لے آیا ہوں۔ جو ہم کر سکتے تھے۔ ہم نے کر دیا۔ اس سے زیادہ تیرا ہی کام ہے تو جو چاہے کر سکتا ہے۔

دعا کا طریقہ یہ ہے کہ جو وسائل جو اسباب انسان کے بس میں ہوں اسے حاضر کر دے۔ اب دعا کرے کہ بار الٰہی میری کوششیں میرے وسائل، میری جان حاضر ہے لیکن میں کیا کر سکتا ہوں کرنا تو تجھی کو ہے۔ تب تو کوئی بات ہوئی۔ لیکن یہاں حال یہ ہے۔

بابری مسجد اتنی قیمتی نہیں جتنا مسلم کا خون قیمتی ہے۔ بابری مسجد اتنی قیمتی نہیں جتنی مسلمان کی آبرو قیمتی ہے۔ بابری مسجد اتنی قیمتی نہیں جتنے مسلمان ملک قیمتی ہیں۔ جن میں ہزاروں نہیں کروڑوں مساجد ہیں لیکن جس ملک کی اسمبلی اس ملک کو بیچ کر کھاتی ہے۔ جس ملک کے شہری اس ملک کو لوٹ کر کھاتے ہیں جس میں بسنے والے ایک دوسرے کا خون بہاتے ہیں۔ جس میں ہم ایک دوسرے کی عزتیں لوٹتے ہیں۔ ان خون سے رنگے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ، ان تار تار دامنوں کے ساتھ۔ جو کسی کی آبرو نے ہمارا گریبان چاک کیا ہوگا۔ اس کے ساتھ ہم دعا کریں گے۔ کہ اللہ ہم مسلمان ہیں اور تو ہندوؤں کو وہاں مسجد بنانے سے روک دے۔ کون دعا کرے گا؟ میں نہیں سمجھتا کہ اس ملک کا کوئی مولوی، کوئی پیر، کوئی سیاستدان، کوئی

سیاسی لیڈر، کوئی جرنیل کوئی سپاہی اس قابل رہا ہو کہ وہ ہاتھ اٹھا کر اللہ سے بات کر سکے۔ کس کا دامن ہے۔ جس پہ بے گناہوں کا خون نہیں۔ کس کا منہ ہے جس کے جبڑوں سے خون کے قطرے ٹپک نہ رہے ہوں۔ ہزاروں، کروڑوں لاکھوں عزتیں روز برباد ہوتی ہیں۔ لاکھوں انسانوں کا خون ان گلیوں میں بہتا ہے۔ روزانہ کروڑوں لوگوں کو لوٹا جاتا ہے۔ یہ سب اللہ کی مخلوق ہے۔ یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے ہیں۔ یہ سب مسلمان ہیں، کیا یہ اینٹ اور گارے کی ایک مسجد جتنے محترم بھی نہیں ہیں؟ - نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیت اللہ شریف میں کھڑے ہو کر فرمایا تھا کہ جس طرح یہ مہینہ، یہ دن، یہ شہر، یہ حرم تم پر حرام ہے اسی طرح مسلمانوں کا خون اس کا مال اس کی آبرو بھی تم پر حرام ہے۔ یہاں تو حرمت والا ذوالحج کا وہ مہینہ، وہ شہر امین اور وہ حرم الٰہی جو تجلیات ذاتی کا مہبط ہے وہ اور اس کی حرمت اور مسلمان کے خون اور اس کی آبرو کی حرمت حضورؐ نے برابر قرار دے دی۔ اب یہ مسلمان تو روز لٹتے ہیں۔ اگر ایک بابری مسجد لٹ گئی تو تمہارا ہمارا کیا بگڑے گا۔ ہاں یہ کہو کہ جو قوم کو بیچ کر کھاتے ہیں، جو عزتیں لوٹ کر جیتے ہیں، جو ایمان بیچ کر کھاتے ہیں ان کے لیے چندہ کرنے کا ایک موقع اور نکل آیا۔ بابری مسجد کے نام پر فنڈ اکٹھے کرو۔ چندے اکٹھے کرو اور عیش کرو۔ جب قوموں سے غیرت نکل جاتی ہے جب قوموں سے ایمان رخصت ہو جاتا ہے۔ جب قوموں سے انسانیت اور دین ختم ہو جاتا ہے۔ تو اپنے ہوش کھو بیٹھتی ہیں۔ آپ نے پاگلوں کو دیکھا ہے۔ وہ اپنے آپ کو نوچتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ وہ اپنی بوٹیاں کاٹتے ہیں اپنا خون گراتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ وہ اپنے بال نوچتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ اپنی عزتیں لوٹتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ اور ساتھ جبہ و دستار پہن کر دعا مانگنے کا بہروپ بنا کر چندے جمع کرنے شروع کر دیتے ہیں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ قوم کچھ اور بھی کرے گی۔ ہم دعا کرتے ہیں اللہ ہندوؤں کو روک دے۔ لیکن کیا کوئی شخص اس ملک میں ایسا ہے جو یہ کہہ سکے کہ اسے اس دعا پر اعتماد ہے کہ وہ دعا کرے گا اور اللہ روک دے گا۔ کیسے؟ مجھے اعتماد نہیں ہے۔ اس لیے نہیں کہ اس کا جو کرم ہے اس پر بھروسہ نہیں۔ بلکہ ہم نے اپنے آپ کو اس قابل چھوڑا ہی نہیں۔ آپ کے سامنے کوئی آدمی آ جائے جس نے آپ ہی کا گھر لوٹا ہو۔ آپ ہی کا چمن اجاڑا ہو۔ آپ ہی کے بچوں کو خدانخواستہ ذبح کر دیا ہو، کاٹ پھینکا ہو۔ اس کے دامن پر ان کا خون ہو۔ اس کے ہاتھوں میں ان کی بوٹیاں ہوں۔ اور اس کے پاؤں کے ساتھ ان مسلے ہوئے پھولوں کی پتیاں ہوں۔ جو اس نے آپ کا چمن اجاڑا ہو۔ اور وہ آپ کے پاس آ کر کہے میں بڑا تھک گیا ہوں۔ مجھے پانی پلا دو، کیا آپ خوش ہو کر اسے پلائیں گے؟ یہ جن کو ہم روز مارتے ہیں۔ یہ اللہ کا کنبہ تو ہے۔ الخلق عیال اللہ۔ ہم انہیں اپنا نہ سمجھیں اللہ تو ان سے بیگانہ نہیں ہے۔ اللہ کی تو مخلوق ہیں۔ جو لاکھوں بے گناہ اس ملک میں روز قتل ہو جاتے ہیں کیا وہ اللہ کی مخلوق نہیں ہیں؟ مسلمان نہیں ہیں؟ وہ کلمہ گو نہیں ہیں؟ یہ جو لاکھوں عزتیں روز لٹتی ہیں۔ جو لاکھوں گھر روز جلتے ہیں، یہ کس کے ہیں؟ کون جلاتا ہے۔ پھر وہی خون آلودہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے جاؤ گے یا مار کھاتے جاؤ گے۔ ہمیں سب سے پہلے ایک دعا مانگنی چاہیے اللہ ہمیں ہدایت دے۔ اگر اللہ ہمیں توبہ کی توفیق دے دے اور اپنی اصلاح کر لیں تو ایک بابری مسجد ہی نہیں یہ وسیع سرزمین اس بات کی گواہ ہے کہ پشاور سے لے کر پانی پت تک اور کراچی سے بنگال تک مسلمانوں نے فتح کیا تھا۔ ظالموں سے نجات دلائی تھی۔ اور مسلسل ایک ہزار برس تک اس پر حکومت کی تھی۔ کیا وہ زمین آج زیادہ سخت ہو گئی ہے۔ کیا وہ آج فتح نہیں ہو سکتی۔ ایک بابری مسجد کو روتے ہو۔ لال قلعہ دہلی کس کا ہے۔ یہ دہلی کی شاہی مسجد کس کی ہے۔ یہ ہندوستان کے چپے چپے پر کس کے آباؤ اجداد خوابیدہ ہیں۔ اور مزاروں میں، ان درباروں میں، ان درگاہوں میں کون سوئے پڑے ہیں۔ یہ ہر موڑ پر کس کے یادگار قلعے بنے ہوئے ہیں۔ اپیلیں کر کے تو کوئی معاف نہیں کرے گا۔ اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرو۔ پہلے اپنے ساتھ جہاد کرو۔ خود ظلم سے رک جاؤ۔ اور دوسرے مرحلے میں وہ قوت پاؤ کہ ظالم کو ظلم سے روک سکو اور اللہ کرے کم از کم اس برصغیر کے نجات دہندے تو بن سکو۔ اور کراچی سے بنگال تک پھر ایک اسلامی ریاست بنا دو جس میں ایک بابری مسجد نہیں سارے آثار بابری تمہاری دسترس میں آ جائیں۔ اور پھر کہہ سکو کہ ہم مسلمان ہیں۔ زیادتی نہیں کریں گے۔ انصاف کا فرکو بھی ملے گا لیکن یہ تب ہو گا جب اپنوں سے انصاف کرنا سیکھو گے۔

مجھے تو ڈر اس بات کا ہے کہ یہ قوم اس ایشو کو بھی چندے جمع کرنے کا ایک بہانہ بنا لے گی۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اللہ کریم ہمیں ہدایت نصیب فرمائے۔ توبہ کی توفیق ارزاں فرمائے آمین۔

ماخوذ :- از خطاب جمعۃ المبارک - ۱۷ نومبر ۱۹۸۹ء -

روح کی ضروریات

حضرت مولانا محمد اکرم

ترجمہ: اور (ان پیغمبر کی یہ بات سن کر) ان کی قوم میں جو رئیس تھے جنہوں نے (خدا اور رسول کے ساتھ) کفر کیا تھا۔ اور آخرت کے آنے کو جھٹلایا تھا۔ اور ہم نے ان کو دنیوی زندگی میں عیش بھی دیا تھا۔ کہنے لگے کہ بس یہ تو تمہاری طرح ایک (معمولی) آدمی ہیں۔ چنانچہ یہ وہی کھاتے ہیں جو تم کھاتے ہو۔ اور وہی پیتے ہیں جو تم پیتے ہو اور اگر تم اپنے جیسے ایک (معمولی) آدمی کے کہنے پر چلنے لگو تو بیشک تم (عقل کے) گھاٹے میں ہو۔ کیا یہ شخص تم سے کہتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور (مر کر) مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے۔ تو (دوبارہ زندہ کر کے زمین سے) نکالے جاؤ گے۔ بہت ہی بعید اور بہت ہی بعید ہے جو بات تم سے کہی جاتی ہے بس زندگی تو یہی ہماری دنیوی زندگی ہے کہ ہم میں کوئی مرتا ہے اور کوئی پیدا ہوتا ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہ کئے جائیں گے (پارہ ۱۸، رکوع ۲)

حق و باطل کی آویزش معمورہ عالم کی دائمی اور ابدی تاریخ ہے اس کی ایک ہی وجہ ہے اور وہ یہ کہ انسان جسم اور روح دو چیزوں سے مل کر بنتا ہے اور اس میں اصل جسے آپ کہیں وہ روح ہے جسم روح کا وہ آلہ وہ اوزار یا وہ سبب ہے جس کے طفیل یہ دنیوی زندگی بھی بسر کرتا ہے اور جو اس کی آزمائش کا سبب بھی ہے جسم چونکہ مادی ہے دنیا کی نعمتیں مادی ہیں اس کی ضرورتیں دنیا کی راحتیں لذتیں آرام و آسائش یہ سب چیزیں مادی ہیں اور جسم کی ضرورت ہیں تو انسان بنیادی طور پر روح سے غافل ہو کر جسم اور اس کی ضروریات کی تکمیل میں کھو جاتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوسرا پہلو اس کی دسترس سے باہر ہو جاتا ہے گویا اسے اس کی ضرورت ہی نہیں یا اس کے علم میں ہی نہیں یا یہ جاننا ہی نہیں۔

اور یہ بڑی پکی بات ہے کہ روح کے متعلق خبر صرف اللہ کریم دیتے ہیں آتنی باریک بات ہے کہ انسانی عقل اسے از خود تلاش نہیں کر سکتی۔ اللہ کریم نے کچھ ہستیاں انسانوں میں سے ازل ہی میں ایسی تخلیق فرمائیں جو اس کی پسندیدہ اور منتخب ہستیاں تھیں جو صرف اس مقصد کے لیے چنی گئیں کہ وہ روح اور اس کی ضروریات خالق اور مخلوق سے ربط اللہ کی مرضیات اور اس کی پسند اور ناپسند سے لوگوں کو مطلع فرمائیں اور یہ تھے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

اس آیت کریمہ میں رب جلیل نے نام لیے بغیر نوح علیہ السلام کے بعد کسی بھی نبی کا ذکر فرمایا ہے کہ لوگوں پہ بہت بڑا عذاب آیا انہوں نے اپنی بد کرداری کا انجام بھی دیکھا نبی کی بات کو تسلیم نہ کرنے کے مادی جو نقصانات ہیں وہ بھی انہیں پیش آئے اس کے بعد پھر معمورہ عالم آباد ہوا رب العلمین نے پھر نبی مبعوث فرمایا اور اس نے انہیں وہی دعوت دی۔ کہ عبادت صرف اللہ کی کرو اس لیے کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کا مستحق ہی نہیں کسی کو زیب ہی نہیں دیتی۔

عبادت سے مراد نماز روزہ رکوع و سجود لینا صحیح نہیں یہ بھی عبادت ہے لیکن عبادت کی اصل یہ ہے کہ کسی لالچ کسی نفع کی امید پر یا کسی نقصان یا غضب یا ناراضگی کے اندیشے سے بچنے کے لیے ہم جب اطاعت اختیار کرتے ہیں تو وہ عبادت ہوتی ہے اب یہ توقعات اللہ کے سوا کسی بھی دوسرے سے وابستہ کر لی جائیں ہم اس کے سامنے رکوع و سجود نہ بھی کریں جب اللہ کے فرمان کو ہم کسی دوسرے کو خوش کرنے کے لیے چھوڑ دیں گے کہ اللہ کا حکم تو ایک طرف ہے لیکن اگر اس پر میں عمل کرتا ہوں تو فلاں ہستی ناراض ہو جائے گی اللہ کریم کے حکم کے مقابلے میں ہم جب کسی فلاں کی بات مانتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اللہ کی عبادت چھوڑ دی اور اس کی عبادت اختیار کر لی خواہ ہم اسے غائبانہ پکاریں یا نہ پکاریں خواہ ہم اس کے سامنے رکوع و سجود کریں یا نہ کریں اسی لیے قرآن حکیم نے فرمایا۔ آپ نے دیکھا ایسے لوگوں کو جنہوں نے اپنی خواہشات کی پوجا شروع کر رکھی ہے اپنی خواہشات کو معبود بنا لیا ہے ان کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ کوئی بھی شخص خواہشات کا کوئی مجسمہ یا کوئی تخیل بنا کر اس کے سامنے کوئی رکوع سجود تو نہیں کرتا۔ صرف خواہشات کی عبادت یہ ہوتی ہے کہ احکام الٰہی کو چھوڑ کر خواہشات کی پیروی کی جاتی ان کو مانا جاتے۔

تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے انسان کو خبر دی کہ جس طرح تمہارا بدن اور اس کی ضروریات ہیں اس طرح قیمتی حصہ روح ہے اور اس کا تعلق عالم امر سے ہے اس کی ضروریات بھی اسی عالم سے متعلق ہیں امر الٰہی سے تعلق ہے۔ یہاں امر الٰہی کو چھوڑ دو گے احکام الٰہی کو چھوڑ دو گے مرضیات باری کو چھوڑ دو گے وہاں روح کا نقصان شروع ہو جائے گا جس طرح ہم مادی غذا یا مادی علاج چھوڑ دیں تو بدن کا نقصان ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

لیکن ہوا یہ وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ ان لوگوں میں جو اس چیز سے بے خبر ہو کر انکار کر چکے تھے ان میں سے جو سردار قسم کے لوگ تھے انہوں نے کہا یہ بڑی عجیب بات ہے کہ ہم انکار تو کرتے ہیں اپنی اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے اس انکار میں بھی کچھ لوگ قیادت حاصل کر لیتے ہیں لیڈر شپ لے جاتے ہیں۔ مذہبی پہلو سے، سیاسی پہلو سے، اقتصادی پہلو سے، کسی نہ کسی پہلو سے ہمارے اس انکار کو زینہ بنا کر کوئی نئی رسم کوئی نیا رواج مذہب کے نام پر پیش کر کے وہ لوگ قیادت سنبھال لیتے ہیں اب ان کے لیے ایک مسئلہ یہ بنتا ہے کہ عام آدمی کا مسئلہ یہ ہے کہ جس روش پر چل رہا ہے اس روش کو چھوڑ دے دوسری اپنا لے لیکن جس شخص نے اس رویے سے اپنی لیڈر شپ اپنی قیادت حاصل کی ہے اسے صرف وہ رویہ یا وہ وطیرہ نہیں چھوڑنا پڑتا بلکہ اس کی وہ قیادت بھی جاتی ہے خواہ وہ کوئی سیٹھ یا مالدار آدمی ہو خواہ وہ کوئی حاکم یا بادشاہ ہو خواہ وہ کوئی مولوی یا پیر ہو کسی شعبے میں اس نے قیادت حاصل کر لی ہو تو جب اسے یہ بات سنائی دیتی ہے تو سب سے پہلے اس کی چیخ بلند ہوتی ہے قرآن حکیم میں بیشتر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ملتا ہے تو سب سے پہلے مقابل میں جن لوگوں نے آواز کھڑی کی انہیں سردار یا قوم کے امراء یا رؤساء یا صاحب اقتدار لوگوں کے نام سے ہی پکارا ہے فَقَالَ الْمَلَأُ اس کا معنی خواہ آپ قیادت کہہ لیں خواہ وہ کسی پہلو سے ہو تو وہ چونکہ پہلے سے ہی انکار کر چکے تھے اور دائمی اور آخروی زندگی کے اعمال کے نتائج کا انکار کر چکے تھے۔ وَأَتْرَفْنَاهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔ اس انکار کی سزا جو من جانب اللہ ملتی ہے وہ بھی بڑی عجیب ہے رب کریم بطور سزا دنیاوی مصروفیات اور بڑھا دیتے ہیں پوری طرح انسان ادھر سے بے خبر ہو جاتا ہے کٹ جاتا ہے۔

تو انہوں نے جو سب سے پہلا اعتراض کیا وہ یہ تھا مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ بھئی یہ جو بڑی بڑی باتیں کر رہا ہے یہ تمہاری طرح کا ایک بشر ایک انسان ہے کوئی اس میں فضیلت والی یا بڑائی والی بات ہی نہیں یا تو یہ بشر نہ ہوتا فرشتہ ہوتا یا کوئی اور طرح کی مخلوق ہوتا کوئی ہم سے اعلیٰ قسم کی مخلوق ہوتا پھر بھی کوئی بات تھی یہ تو بالکل ہم جیسا انسان ہے۔

يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ۔ جو کچھ تم کھاتے ہو یہ بھی صبح شام دال روٹی کھاتا ہے وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ۔ اسے بھی پیاس لگتی ہے پانی پیتا ہے بیمار ہوتا ہے صحت مند ہوتا ہے گرمی سردی کو محسوس کرتا ہے اس کے بیوی بچے ہیں اس کی اولاد ہے اس کے خویش و اقارب ہیں اس کا گھر ہے۔

وَلَئِنْ أَطَعْتُم بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اور اگر تم اپنے جیسے ہی آدمی کے پیچھے چل پڑے إِنَّكُمْ إِذًا لَّخَاسِرُونَ تو تم جیسا نادان بھی اور نقصان اٹھانے والا بھی کوئی نہیں ہوگا ارے کیا ضرورت ہے

اب اپنے جیسے آدمی کے لیے اپنا طریقہ اپنی روش چھوڑ کر اس کی بات مان کر، چلنے کی کیا ضرورت ہے ذرہ بات سنو اس کی یہ تم سے وعدے کرتا ہے۔ اَیَعِدُکُمْ اَنَّکُمْ اِذَا مِتُّمْ وَکُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّکُمْ مُّخْرَجُوْنَ۔ یہ بات سنو اس کی یہ تمہیں کہتا ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ مرنے کے بعد جب تمہارا وجود گل سڑ کر خاک ہو جائے گا اور ہڈیوں کے ریزے بکھر جائیں گے پھر یہ کہتا ہے تم دوبارہ زندہ ہو جاؤ گے۔ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ۔

جو وعدے یہ تم سے کرتا ہے وہ کبھی ممکن نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا۔ یہی دنیوی زندگی ہے لوگ پیدا ہوتے ہیں اور مر جاتے ہیں وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ یہ دوبارہ زندہ ہونے والی کوئی بات نہیں ہے اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ نِ افْتَرٰی۔ بلکہ یہ ایسا آدمی ہے جس نے اللہ پر بھی جھوٹ باندھا ہے خواہ مخواہ اللہ کا نام لے کر اور اللہ کی طرف سے یہ پیغام پہنچا رہا ہے۔ وَمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ۔ یعنی ہم تو اس کی بات نہیں مانیں گے۔ یہ وہ فلسفہ ہے جو ہر خطا اور ہر گناہ کی جڑ میں ہوتا ہے لیکن بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی خطاؤں میں یہ بات نہیں ہوتی۔

انسانوں کا رویہ دو طرح کا ہوتا ہے پہلی بات تو یہ سمجھ لیجئے کہ انسانیت کو جو اللہ نے عظمت دی ہے سب سے بڑی وہ یہ ہے کہ انسانیت کو نبوت سے سرفراز فرمایا ہے اور سارے نبی خود آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں آدمیت کی بنیاد ہیں اور اس کے بعد جتنے نبی آئے وہ سارے ان کی اولاد میں سے اور انسان ہیں اس لیے کہ انسان ہی وہ واحد مخلوق ہے جسے نبوت کا تاج پہنایا گیا اور یہ ساری مخلوق سے افضل ہے اس لیے کسی نبی پر اعتراض کرنا کہ وہ بشر کیوں ہے یا وہ بشر کیوں نہیں ہے یا نبی کو بشر نہیں ہونا چاہیئے یہ بڑی بودی سی بات ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی مبعوث ہی بشریت اور انسانوں کی اصلاح کے لیے ہوتا ہے اب اگر اللہ کریم ایک فرشتے کو نبی بنا کر بھیج دیں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ سامنے لوگ اسے کیسے دیکھیں گے اس سے بات کیسے کریں گے پھر اگر فرشتہ کہتا ہے روزہ رکھو تو فرشتے نے تو کچھ کھانا پینا نہیں لوگ اس کے ساتھ روزہ کیسے رکھیں وہ کہیں گے جی آپ نے تو نہ کھانا ہے نہ پینا ہے ہمیں کیوں بھوکا مارتے ہو۔ فرشتہ کہتا ہے رات کو اٹھ کر عبادت کرو لوگ کہیں گے کہ جی آپ نے تو سونا بھی نہیں آپ تو مخلوق ہی ایسی ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ بات سنیں گے کیسے اگر سن بھی لیں تو مانیں گے کیوں وہ مخلوق ہی دوسری ہے اس کی ضروریات دوسری ہیں اب ہمارے پاس جو حیوانات رہتے ہیں زمین پر جنہیں ہم روز استعمال کرتے ہیں ہم گائے بھینس کا دودھ پیتے ہیں صبح شام کیا ان کے ساتھ مل کر جو کچھ وہ کھاتی ہیں کھا سکتے ہیں اس لیے کہ وہ دوسری مخلوق ہے اس کی ضروریات دوسری ہیں اس کے کھانے کا انداز دوسرا ہے ہمارا دوسرا ہے۔

کسی بھی اور مخلوق کو اگر نبوت ملتی تو انسانیت اس سے مستفید نہ ہو سکتی اس لیے اللہ نے یہ عظمت انسانیت کو ہی نصیب کی اور سارے نبی بشر ہوتے ہیں لیکن نبی کی بشریت مثالی ہوتی ہے میری اور آپ کی طرح نہیں۔ ہم پر بشریت غالب ہوتی ہے ان کی بشریت پر ان کی روحانیت غالب ہوتی ہے ان کی لطافت غالب ہوتی ہے ہماری ارواح ہماری بشریت کی سیاہی اور اس کی ظلمت کے نیچے دب جاتی ہے ان کی بشریت پر تجلیات باری قرب الٰہی اور روحانی قوتوں کا غلبہ ہوتا ہے لیکن ہوتے بشر ہی ہیں اور جب ہی انسانیت کو ان کے اتباع کا حکم ہے کہ یہ انہی میں سے ایک فرد وہ کام پہلے کر لیتے پھر اس کے کرنے کا تمہیں حکم دیتا ہے اگر رات کو اٹھتا ہے تو تمہیں رات کو اٹھنے کا حکم دیتا ہے دن کو سجدے کرتا ہے تمہیں سجدے کرنے کا حکم دیتا ہے روزہ رکھتا ہے تمہیں روزہ رکھنے کا حکم دیتا ہے ایک بات۔

دوسری بات یہ ہے کہ نبی کو من جانب اللہ کچھ برکات عطا ہوتی ہیں اللہ سے تعلق جو نبوت کا ہوتا ہے اس کے طفیل جب دوسرا کوئی بھی انسان ایمان کا تعلق نبی سے قائم کرتا ہے تو اس کے قلب اطہر سے مومن کے دل میں وہ کیفیات آجاتی ہیں چونکہ دونوں طرف انسانی قلوب ہوتے ہیں اب ایک طرف فرشتے کا قلب ہو دوسری طرف انسان کا قلب ہو تو وہ اس سے مستفیض کیسے ہو اس کی اپنی کیفیت اس کی اپنی حیثیت اس کی اپنی ضرورت اس کی اپنی حیثیت اس کے اپنے حدود اربعہ اس کی استعداد اپنی۔ تو انبیاء اس طرح سے کھاتے پیتے سوتے جاگتے عیالدار دوست احباب رکھنے والے اور یہی حال اہل اللہ کا ہوتا ہے

یہ جو غلط العام ہے تاکہ ولی اللہ جو ہوتے ہیں یہ کہیں جنگلوں میں رہتے ہیں اور وہ کھاتے پیتے کچھ نہیں وہ لباس نہیں پہنتے ان کی زندگی عام انسانوں جیسی نہیں ہوتی یہ بھی خرافات میں سے ہے۔

ولایت نام ہے کسی کے بہترین انسان ہونے کا دینی اور دنیوی دونوں پہلوؤں سے۔ جس طرح نبی ایک مثالی بندہ ہوتا ہے اللہ کے ساتھ تعلقات میں بھی عبادات میں بھی معاملات میں بھی۔ لوگوں کے ساتھ تعلقات میں بھی جنگ اور صلح میں بھی حکومت اور سلطنت کے امور میں بھی سیاسیات میں بھی اقتصادیات میں بھی۔ آپ جس طرف سے آئیں آپ کو نبی کی ذات ایک مثالی صاف ستھرا خوبصورت انسان نظر آتا ہے اس طرح معاشرہ میں ولی اللہ جو ہوتے ہیں وہ بھی نبوت سے مستفیض ہو کر امور دنیا میں دوستوں کے ساتھ، دشمنوں کے ساتھ تعلقات میں لین دین میں کاروبار میں عبادات میں ذکر اذکار میں اور تمام زندگی کے سارے پہلوؤں میں حصہ لے کر یہ ثابت کرتے ہیں کہ بہترین انسان کیسا ہوتا ہے

یہ الگ بات ہے کہ کسی کا ذہن ساتھ چھوڑ دے ایسا بھی ہوتا ہے بعض اوقات آدمی کا ذہن ساتھ نہیں دیتا تو یاد رکھے یہ کمزوری جسے جذب کہتے ہیں یہ اولیاء اللہ میں تو پائی جاتی ہے انبیاء میں نہیں۔ کوئی نبی مجذوب نہیں ہوا یعنی جذب اگر کمال ہوتا تو انبیاء کو عطا ہوتا لیکن کوئی نبی مجذوب نہیں ہوا اولیاء اللہ میں بعض لوگ مجذوب ہو جاتے ہیں لیکن یہ بھی یاد رہے ہر پاگل مجذوب نہیں ہوتا۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو کبھی کسی کے ساتھ رہ کر دین پڑھتے ہیں دین سیکھتے ہیں دین پر عمل کرتے ہیں اور پھر کسی درجے پر پہنچ کر اگر ان کا ذہن ساتھ چھوڑ دے تو صرف اس قدر رعایت ہوتی ہے ان کے ساتھ کہ ہم ان کے اعمال کی کوئی خاص گرفت نہیں کرتے نہ ان کے پیچھے جاتے ہیں نہ انکو زبردستی پکڑ کر اپنے پیچھے لگاتے ہیں وہ جانتے اور ان کا رب جانے۔ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں تو جس شخص کو اپنے لباس اپنے کھانے پینے اپنے معمولات کا ہوش نہیں وہ دوسرے کے لیے کیا بہتری سوچے گا۔ اس لیے مجاذیب سے کسی فائدے کی امید نہیں ہوتی۔ اب یہ بھی عجیب دھوکا ہے۔

کہ سرداران قوم نے کہا اگر اپنے جیسے کسی انسان کے پیچھے چل پڑے اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ نبی کی بشریت اور اس کی انسانیت مثالی اور معیاری ہوتی ہے ہر ایک بشر ویسا بشر نہیں ہوتا دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہم خدانخواستہ نبی کے پیچھے نہیں چلتے تو کیا کوئی شخص دنیا میں پیدا ہوتے ہی اپنی راہ متعین کر لیتا ہے یا ماں کے پیٹ سے سیکھ کر آتا ہے ہرگز نہیں۔ دنیا میں رہنے والے لوگوں میں جب وہ پلتا بڑھتا ہے ماں باپ سے سیکھتا ہے بہن بھائیوں سے گلی محلے سے پھر جب وہ معاشرہ میں ملتا ہے بالغ ہوتا ہے تو معاشرے میں رہنے والے اپنے جیسے نہیں اپنے سے کمتر لوگوں سے بعض اوقات سیکھتا ہے اچھا بھلا آدمی بدکاروں سے برائی سیکھ لیتا ہے۔

یعنی انسان کا تو مزاج اور اس کی ضرورت ہی یہ ہے کہ کسی دوسرے انسان سے افکار میں بھی اور کردار میں بھی تربیت سیکھے تو جب اس نے کسی نہ کسی کے پیچھے چلنا ہی ہے تو نبی جو اللہ کا بہترین بندہ ہوتا ہے اسی کے پیچھے کیوں نہ چلے یہ تو محض فلسفیانہ طور پر بات کرنے میں دھوکا دیتا۔ دیکھو تمہاری طرح یہ بھی تو کھاتے پیتے ہیں سوتے جاگتے ہیں اور ایک انسان ہیں اور تم ایک انسان کے پیچھے کیوں چلتے ہو۔

لیکن بھلا ان سے کوئی یہ پوچھے کہ جو آدمی نبی کے پیچھے نہیں چلتا وہ کسی نہ کسی دوسرے انسان کے پیچھے تو چلتا ہے جو کسی بھی حال میں نبی کے خاک پا کے برابر بھی نہیں ہو سکتا ہر انسان کی یہ مجبوری ہے وہ اپنے ماحول سے اپنے معاشرے سے سیکھ کر دیکھ کر ان راہوں پہ چلتا ہے تو جب کسی نہ کسی کے پیچھے چلنا ہی انسان کی مجبوری ہے تو پھر اس سے بہتر کون انسان ہو گا جسے اللہ نے نبوت سے سرفراز فرمایا پھر اس کے پیچھے کیوں نہ چلے۔

اگلی بات جو نبی بتاتے ہیں یہ ہوتی ہے کہ انسان کی اصل روح ہے یہ دنیوی زندگی ایک تجرباتی سا عرصہ ہے اللہ نے چھوٹا سا عرصہ دیا ہے کہ اپنے لیے یا اللہ کی رضا کو پسند کر لو یا وہ راستہ چن لو جس پہ اللہ کی رضا نہیں ہے اس پچاس سالہ ساٹھ سالہ تیس سالہ چالیس سالہ زندگی میں تم صرف راستہ چن لو جسے تم موت کہتے ہو یہ فنا نہیں ہے بلکہ یہ دائمی زندگی کی ابتدا ہے اور ایک طرح سے تمہاری اس عالم میں پیدائش ہے جہاں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے اسی طرف تمہارا سفر شروع ہو گیا۔

تو جب سب لوگ اس پراسس اس طریق کار سے گزر

چکیں گے جتنوں کو آنا ہے وہ سب یہاں آکر گزر چکیں گے تو اللہ کریم فرماتے ہیں میں اگلے پچھلے سب کو ایک جگہ ایک میدان میں اکٹھا کروں گا اور فرما دوں گا کہ جو راستہ جس نے اپنے لیے پسند کیا ہے اس طرح کی زندگی اس کو عطا کر دی جائے وہاں سے تمہاری اصل حیات شروع ہو گی جو ہمیشہ رہے گی کبھی ختم نہیں ہو گی۔

اب یہ بات ایسی تھی جس پر کفار نے یہ اعتراض کیا کہ یہ دیکھو عجیب بات کرتا ہے کہ جب مر کے مٹی ہو جاؤ گے ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی اور اس وقت پھر تم کیسے زندہ ہو گے قرآن حکیم نے مختلف مقامات پر اس اعتراض کا جواب بڑا سادہ دیا ہے فرمایا انہیں فرما دیجئے۔

مرنے والے کی مٹی تو رہ جاتی ہے۔ مرنے والے کی ہڈیوں کے ڈھانچے تو رہ جاتے ہیں مرنے والے کو جلا دو خاک تو رہ جاتی ہے لیکن جب اس نے تجھے پہلے پیدا کیا تھا۔ تم جو روزمرہ پیدا ہوتے ہو۔

انسان یہ نہیں دیکھتا کہ ایک ناپاک قطرے کو لے کر میں اسے انسان بنا دیتا ہوں۔ کیا حیثیت ہے پیشاب کے ایک قطرے کی اسے کسی مشین میں ڈالو اس کے ہزاروں تجزیے کرو اسے کچھ کر دو تم سے تو کچھ نہیں ہو گا۔ فرمایا میں وہ قادر ہوں کہ اس ناپاک قطرے سے خوبصورت تنومند انسان بنا دیتا ہوں۔ اس کی آنکھیں اس کے بال اس کی ہڈیاں اس کے تمام قوتیں دل کی قوت مزاج کی بات کتنی خوبیاں ہوتی ہیں ایک انسان میں وہ کتنا فاضل بنتا ہے وہ کتنا بڑا سائنس دان، وہ کتنا بڑا نامور حکمران بنتا ہے لیکن تم نے دیکھا میں اسے کیسے بناتا ہوں تو اگر ایک قطرے کو شکم مادر میں انسان کے روپ میں پیدا کر دیتا ہوں تو اس خاک کو پھر سے انسان بنا دوں تو مشکل کیا ہے یہ بڑی سادہ سی بات ہے قرآن حکیم نے کوئی لمبی چوڑی بحث نہیں کی فرمایا یہ تو سادہ سی بات ہے اس میں الجھنے کی ضرورت ہی نہیں۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خبر دی ہے وہ یہ تھی کہ تم میں روح ہے اس کا تعلق عالم امر سے ہے اس کی ضروریات اللہ کی رضیات ہیں جو چیزیں اللہ کو پسند ہیں وہ اس کی ضروریات ہیں جن سے اللہ روک دیتا ہے وہ روح کے لیے موت اور بیماری اور بیماری کا سبب ہیں۔

اگلا شمارہ

حضرت جی نمبر حصہ اوّل

ہو گا۔

یہاں ہمیں ایک آئینہ دکھا دیا قرآن حکیم نے جو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں ہمارے سامنے آئینہ رکھ دیا کہ مسلمان ہو تو کیا تم روح پر یقین رکھتے ہو۔ کیا تم حیات بعد الموت پر یقین رکھتے ہو اور تمہارے یقین کا ثبوت تمہارا عمل ہے اپنے عمل کو دیکھو کیا تم ایسا عمل کر رہے ہو جو آخروی زندگی کی تعمیر کرتا ہو اور اس کے لیے باعث برکت ہو پھر تو یقیناً تم نے نبی کو مانا نبی کی عظمت کو مانا نبی کی برکات کو پایا اور تم کامیاب ہو گئے لیکن اگر تم بظاہر کہتے ہو کہ ہم نبی کو مانتے ہیں لیکن کام وہ نہیں کرتے جن کے کرنے کا نبی نے حکم دیا ہے ان کرداروں کو نہیں چھوڑتے جن سے نبی نے منع فرمایا ہے تو اس کے پیچھے یہی فلسفہ ہے کہ تمہیں یقین نہیں آیا کہ ہم مر کر زندہ ہوں گے۔

ایک آدمی کو یہاں پر یقین ہے کہ اسے چکوال جانا ہے وہ کبھی نہیں سوچے گا کہ راستے میں سڑک گر جائے گی پل ٹوٹ جائیں گے راستہ بند ہو جائے گا۔ طوفان آجائے گا بلکہ وہ تو یہ دعا مانگ رہا ہو گا کہ کم از کم میرے نکلنے تک تو یہ ہر چیز درست رہے جس آدمی کو یقین آجائے کہ مجھے مر کر زندہ ہو کر اللہ کے حضور پیش ہو کر دائمی زندگی شروع کرنی ہے بھلا وہ خود اپنے ہاتھوں سے آگ کیوں بھڑکائے گا۔ بھلا وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے راستے میں پتھر کیوں پھینکے گا۔ بھلا وہ اپنے ہاتھوں سے اس راستے کے پل کیوں توڑے گا۔

تو یہ ہر گناہ جو ہے یہ اس آخروی راستے میں پتھر پھینکنا یا پل توڑنا یا رکاوٹ پیدا کرنا ہے تو ان آیات نے ہمارے سامنے

ایک بہت بڑا آئینہ نصب کر دیا کہ دیکھو اب تمہارے پاس وقت ہے اسی لیے نہیں کہ اللہ ہمیں طعنہ دے رہے ہیں اس لیے نہیں بلکہ یہ اللہ کی انتہائی مہربانی ہے انتہائی شفقت ہے کہ وہ ہمیں بروقت یہ بتا رہے ہیں کہ صرف نام کے مسلمان نہ رہو اپنے آپ کو دیکھو کیا تم اس سانچے میں فٹ بیٹھتے ہو، واقعی مسلمان ہو بھی یا نہیں۔

تمہارا عقیدہ کیا وہی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا کیا تم اس عمل کے لیے کوشش کر رہے ہو جس کے کرنے کا حضورؐ نے حکم دیا یہ تمہارے ایماندار ہونے کی دلیل ہے۔

اور یہ جو ہم میں ہے کیا ہم نے کب روح کو دیکھا ہم نے کب آخرت کو دیکھا۔ جائیں گے تو دیکھا جائے گا۔ میرے بھائی ہم نے کب اللہ کو دیکھا ہم نے کب فرشتوں کو دیکھا تو کیا پھر ان سب چیزوں کو جب دیکھیں گے مانیں گے ماننے کا وقت تو اب ہی ہے ہم اگر جائیں بھی آخرت کو دیکھ کر دوبارہ دنیا میں آجائیں تو اتنے حقائق ہم نہیں سمجھ سکتے جتنے حقائق اللہ کے نبی نے اور اس ذات باری نے ہمیں مرنے سے پہلے ارشاد فرما دیئے۔

اس یقین میں کمزوری ہمیں گناہ پہ اکساتی ہے خیر ہے یار کیا ہوگا کیا بگڑ رہا ہے اگر یہ یقین ہو کہ واقعی بگاڑ ہوگا تو آدمی گناہ کے قریب نہیں جاتا۔

ہاں گنہگار وہ ہوتے ہیں جن سے تقاضائے بشریت کبھی مغلوب ہو کر کسی خواہش سے وہ غلطی کر بیٹھتے ہیں لیکن اس کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ وہ گناہ انہیں ہضم نہیں ہوتا وہ توبہ کرتے ہیں وہ روتے ہیں وہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔

اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ ۔ اے میرے حبیب اگر یہ اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھیں گناہ کر بیٹھیں پھر تیری بارگاہ میں حاضر ہو جائیں پھر تیری غلامی کو اختیار کر لیتے ہیں تیری اطاعت کا وعدہ کرتے ہیں اور اللہ سے مغفرت چاہتے ہیں تو ایسوں کے لیے جب تو بھی دعا کر دے۔

وہ کروڑوں اربوں گناہ لائیں تو میں نہ صرف گناہ معاف کرتا ہوں بلکہ اس کے بدلے انہیں نیکیاں دے دیتا ہوں کہ تم نے گناہ کیے تھے میں تمہیں نیکیاں دیتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ نبی کی دعوت پہ یقین کامل ہو اور جو پیغام نبی نے دیا ہے اس پر اعتماد ہو اور صرف پیٹ بھرنے کے لیے زندہ نہ رہے بلکہ اپنی روح کو بھی حیات بخشے۔

اور یاد رکھیں جب روح میں زندگی آجاتی ہے تو جس طرح جسم زندہ ہو تو اسے کھانے کی بھوک لگتی ہے صحت مند ہو تو اسے کھانے کی بھوک لگتی ہے اسی طرح جب روح میں صحت اور تازگی آتی ہے تو اسے ذکر اذکار کی عبادات کی رکوع و سجود کی بھوک لگتی ہے اب ہمارا مسجد آنے کو جی نہیں چاہتا لیکن جب روح میں طاقت آجاتی ہے تو پھر مسجد سے جانے کو روح نہیں چاہتا چونکہ اسے وہاں وہ ساری چیز ملتی ہے جو اس کی صحت جو اس کی قوت جو اس کی حیات کا سبب ہے۔

اور اگر گناہ کی تلخی محسوس نہ ہو یا عبادات کے چھوٹ جانے سے کوئی ذائقہ نہ بگڑے تو سمجھ لو کہ اگر روح مری نہیں تو بے ہوش ضرور ہے یا سو ضرور رہی ہے چونکہ اگر یہ نسبت ٹوٹ جائے تو روح پر موت تو نہیں آتی روح کی موت کفر ہے یعنی روح کی موت سے مراد یہ ہوتا ہے کہ انسان اسلام سے خارج ہو کر کفر کی وادیوں میں بھٹک جاتا ہے اور اگر روح زندہ رہے پھر ایمان نصیب رہتا ہے لیکن صرف زندگی نہیں زندگی کے ساتھ صحت زندگی کی ضرورت ہوتی ہے ایک شخص زندہ رہے نہ اٹھ سکے نہ بیٹھ سکے نہ دیکھ سکے نہ سن سکے نہ کھا سکے نہ پی سکے تو اسے کتنی دیر زندہ رکھیں گے اور اسے کون زندہ تصور کرے گا اگر روح کا یہی حال ہو کہ وہ نہ عبادت کا مطالبہ کرے نہ تلاوت کا مطالبہ کرے نہ اسے گناہ کی کڑواہٹ محسوس ہو نہ اسے برائی کی تلخی محسوس ہو تو سمجھیں وہ اسی قوم میں زندہ ہے۔

تو اسلام ایک خوبصورت حیات کی دعوت دیتا ہے جو اللہ کے روبرو ہو جو اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اتباع اور مکمل اطاعت سے مزین ہو جس میں ایک حسن ہو دوستوں کے لیے بھی دشمنوں کے لیے بھی اپنوں کے لیے بھی بیگانوں کے لیے بھی جو اس دنیا میں بھی اور یہاں سے جاتے ہوئے بھی انسانی خوبیاں اور انسانی فضائل بکھیر کر جائے انسانیت میں کانٹے نہ بکھیرے۔

اللہ کریم ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

کیفیاتِ قلب

حضرت مولانا محمد اکرم

انسان مادی دنیا میں ہر موضوع پر تجربات کرتا رہتا ہے کوئی کھانا پکانے میں لگا ہوا ہے تو وہ اس کے متعلق تجربات کرتا رہتا ہے۔ مختلف اغذیہ مختلف چیزیں بناتا رہتا ہے کوئی کاریگر ہے کسی فن کا مستری ہے تو وہ اپنے فن میں مختلف چیزیں بناتا رہتا ہے کوئی سائینسٹ ہے تو وہ سائنس کے مختلف تجربات کرتا رہتا ہے نئی نئی چیزیں ایجاد کرتا رہتا ہے اسی طرح بعض لوگ روحانی دنیا کے اندر بعض تجربے کرتے ہیں اور مختلف مجاہدوں سے مختلف قسم کے حالات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

روحانیت ایک عظیم موضوع ہے چونکہ روح ہر انسان میں موجود ہے روحانیت کی تلاش بنیادی طور پر انسانیت میں موجود ہے کوئی کسی مذہب کسی مسلک سے تعلق رکھتا ہو وہ اس طرف کوشش ضرور کرتا ہے یعنی ہر مسلک ہر مذہب ہر مکتب فکر میں ایسے لوگ ضرور ملتے ہیں جو اس کو حاصل کرنے کوشش کرتے ہیں جیسے ہر مذہب میں باقی مادی کمالات حاصل کرنے والے لوگ ملتے ہیں اس طرح یہ لوگ بھی ملتے ہیں۔

مذہب بنیادی طور پر دو ہیں ایک اسلام اور ایک کفر۔ اسلام میں کوئی قسمیں نہیں ہیں اسلام ایک ہے اور کفر کی متعدد اقسام ہیں بے شمار طرح کے کفریات ہیں جن کی بنیاد بھی ایک ہے نتیجہ بھی ایک ہے لیکن طریقہ کار اور نظریات اور عقائد مختلف ہیں کافر میں بھی روح تو موجود ہے روحانیت کی طلب بھی موجود ہے لیکن اس کے کفر نے اسے سیدھے راستے سے بھٹکا دیا ہے نہ صرف راستے سے بھٹکتا ہے بلکہ راستہ بتانے والوں کی رہنمائی سے بھی محروم رہتا ہے پھر وہ اپنے طور پر کوشش کرتا ہے محنت کرتا ہے مجاہدے کرتا ہے مختلف طریقے ایجاد کئے گئے کیونکہ انسانیت کی عمر بڑی طویل ہے اور بے شمار لوگ بڑے بڑے محنت اور مجاہدہ کرنیوالے گزرے ہیں ان مختلف طریقوں کے مختلف نام ہیں جو کافر بحالت کفر کیا کرتا ہے ان میں کچھ جسمانی ورزشیں ہوتی ہیں کچھ مختلف اَوراد ہوتے ہیں کچھ مختلف قسم کی چلہ کشیاں ہوتی ہیں لیکن ایک بات سب میں قدرے مشترک کی حیثیت سے موجود ہوتی ہے کہ وہ بہت زیادہ محنت کرکے اپنے وجود کو زیادہ مشقت میں ڈال کر کوشش کی جاتی ہے کہ ذہن کو کسی ایک نقطہ پر متوجہ ہونا چاہیئے ارتکاز توجہ انکو حاصل ہو اس میں کسی حد تک انسان میں مافوق العادت ایسے کمالات جو عادتاً

ہر ایک سے ظہور پذیر نہیں ہوتے پیدا ہو جاتے ہیں اور انہیں بزرگی کی دلیل سمجھ لیا جاتا ہے۔

یا پھر کچھ اس طرح کے جھاڑ پھونک جنتر منتر کسی حد تک انسانوں کے ذہنوں کو پڑھ لینا کوئی بات ان کے ذہن سے اچک لینا اور وہ بات جب اس کے سامنے بیان کی جائے تو اسے پریشان کر دینا بعض اوقات یہاں سے بیٹھ کر یہاں سے دور جو واقعہ ظہور پذیر ہو رہا ہے اس کی اطلاع دے دینا کچھ اندازاً پیش گوئیاں کر دینا کچھ گذشتہ حالات بیان کر دینا یہ اور اس طرح کی چیزیں کافر بھی حاصل کر لیتا ہے اس پر ایک مزید کمال جو کافر حاصل کرتا ہے کہ کفریہ عقائد اور کافرانہ اعمال کی وجہ سے انسان کو شیطان کے ساتھ ایک تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور پھر شیطان باقاعدہ انکی تربیت کرتا ہے

اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِھِمْ۔ شیطان اپنے متعلقین کے ساتھ باتیں کرتا ہے انہیں سمجھاتا ہے انہیں چلاتا ہے تو کئی طرح کی عجیب چیزیں ان سے ظہور پذیر ہوتی ہیں جن کو عام آدمی بزرگی کی دلیل سمجھتا ہے۔ بنیادی طور پر جن کمالات کے حصول کے لیے ایمان شرط نہیں ہے وہاں محض اعمال کی کیا قید ہو سکتی ہے جب ایمان ہی اچھا نہیں رہا تو عمل کب اچھا ہو گا سو ہر طرح کی قباحت ان لوگوں میں در آتی ہے بلکہ جتنا شیطان کے ساتھ ان لوگوں کا تعلق مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے اتنی ان کی اپنی حیثیت قوی ہوتی چلی جاتی ہے۔

انہی میں لوگ شعبدہ بازی جادو اور اس کی مختلف قسمیں یہ ساری چیزیں آتی ہیں اب مصیبت یہ ہے کہ اس سارے دھندے کے مقابل اسلام نے، دین برحق نے جو عجیب شے عطا فرمائی ہے انسانیت کو وہ ہے ہی روحانی زندگی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ آپ نے خلق خدا کو روحانیت سے اس طرح آشنا فرمایا کہ بالکل جسم کے لیے زندہ رہنے والے لوگ روح کے لیے مرنے پہ تیار ہو گئے جس معاشرے میں آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ان لوگوں کی زندگی کا مقصد ہی جسمانی لذات کا حصول تھا اور اس لیے وہ زندہ رہتے تھے اور ہر وہ فعل کر گزرتے تھے جس سے انکو کوئی مادی لذت نصیب ہوتی یا ذہنی طور پر ان کی انانیت کی تسکین کا سبب بنتا خواہ وہ کتنا ظالمانہ فعل ہوتا خواہ اس میں جور و جفا ہوتی کتنا اس میں تکلف و تردد ہوتا لیکن وہ اپنی انا کی تسکین کے لیے اپنے وجود کی راحت کے لیے وہ ہر قوی سے قوی تر اور مشکل سے مشکل ترین کام کر گزرتے۔

لیکن جو لوگ حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے قریب ہوئے تو ان خوش نصیبوں کو روح کے لیے روحانیت کے لیے ابدی زندگی کے لیے قرب الٰہی کے لیے مرنا آگیا۔

ایرانیوں کو جب شکستوں پہ شکستیں ہونی لگیں تو آخری جرنیل جو ان کا میدان جنگ میں اترا تھا وہ رستم تھا۔ رستم کی شکست کے بعد انکے پاؤں اکھڑ گئے وہ جم نہ سکے حتیٰ کہ یزدگرد بھاگ گیا تھا سلطنت ختم ہو گئی ایک بات یاد رہے کہ رستم نرا جرنیل ہی نہیں تھا بلکہ اپنے ہاں کے علوم کا ماہر بھی تھا کسی حد تک منجم اور ستارہ شناس بھی تھا اور بعض عملیات اور بعض شعبدے بھی اس کے پاس تھے جب میدان میں صف بندی ہوئی امیر لشکر نے اسے پیغام بھیجا

"میرے ساتھ ایک ایسی قوم ہے جو موت کو اسی طرح محبوب رکھتی ہے جس طرح تم اہل ایران شراب کو محبوب رکھتے ہو" یعنی یہ نکلے ہی موت کی تلاش میں ہیں تم لڑتے ہو زندہ رہنے کے لیے اپنی سلطنت بچانے کے لئے اپنی انا بچانے کے لیے اپنے وجود کی لذات کو بچانے کے لیے اور یہ لڑتے ہیں سر جانے کے لیے مٹ جانے کے لیے صرف عظمت باری کو زندہ رکھنے کے لیے۔

یعنی وہ لوگ مادی لذات پہ اور مادی حیات پہ فریفتہ تھے انہیں مادی لذات سے گزرنا سکھایا حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اور مادی حیات کو ابدی حیات کا ذریعہ بنانا سکھایا اور انہیں مرنے کا ڈھنگ سکھایا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ یہ جو ڈھنگ ہے مرنا ہے اسے ہی اسلامی تصوف کہتے ہیں اور یہ بنیاد ہے دین کی۔

ہمارے اس دور میں تصوف کو لوگ شعبدہ بازی اور استدراج کے ساتھ ملا کر دیکھا جاتا ہے عام آدمی بھی یہی سمجھتے ہیں کہ خرق عادت یا خلاف عادت عام کوئی شخص بھی کوئی کمال دکھائے تو اسے ولی اور بزرگ خیال کرتے ہیں۔

اور اس دور کے دانشور جو ہیں وہ اس دور کے عام آدمیوں سے بھاگ گئے گزرے ہیں یعنی اس دور کی دانشوری یہ ہے کہ بغیر کسی موضوع کے جاننے کے اس پر بولنا شروع کر دو بے ربط بات کہتے چلے جاؤ تو دانشور بن جاؤ گے۔

حق یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے تعلیمات سے پہلے کیفیات تقسیم فرمائیں جو بھی ایمان لایا حضور کے دست حق پرست

پر اور جسے بھی آپ کے مبارک ہاتھ پر ایمان نصیب ہوا اسے تزکیہ نصیب ہو گیا۔ یزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ تعلیم کتاب و حکمت سے پیشتر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تزکیہ فرمایا۔ تزکیہ کیا تھا وہی ایک کیفیت جس نے دل کی خواہشات کو یوں بدلا کہ پوری زندگی کا طریقہ کار بدل گیا جس نے تمنا اور آرزو تبدیل کر دی جس نے طلب تقسیم کر دی اور جب دل کی طلب بدلی تو پورے جسم کا طرز عمل بدل گیا اور جو ہاتھ پہلے کہتے تھے اس کے خلاف کرنا شروع کر دیا پہلے لوٹتے تھے پھر لٹانے لگ گئے پہلے لوگوں کے گلے کاٹتے تھے اب لوگوں کے گلے بچانے لگ گئے پہلے لوگوں کی عزتیں لوٹتے تھے پھر عزتوں کے محافظ بن گئے پہلے مادی لذات پر فریفتہ تھے پھر مادی لذات سے اس طرح سیر چشم ہوئے کہ ان کے لیے ان میں کوئی کشش نہ رہی۔

اسی کیفیت کو بعد میں تصوف کا نام دیا گیا اور یہی کیفیت تھی جس نے صحابہ کو صحابی بنایا۔ تعلیم کتاب و حکمت بحمد اللہ آج تک محفوظ ہے قرآن کریم بھی محفوظ ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ شرح جو حدیث کی صورت میں آپ نے قرآن کریم کی فرمائی وہ بھی محفوظ ہے اور صحابہ نے جن لوگوں کو سکھایا انہوں نے تو بڑا خالص ستھرا اور بڑا صاف صاف سیکھا جن صحابہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا تھا وہ اپنے سے حاصل کرنے والوں کو پہنچا دیا کوئی تیسرا واسطہ ہی درمیان میں نہیں ہے لیکن جو براہِ راست حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک نہ پہنچ سکے صحابہ تک پہنچے وہ صحابی نہیں بن سکے انہیں وہ منازل قرب وہ اندرونی کیفیات وہ درجہ تزکیہ کا حاصل نہ ہو سکا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تھا

اور حضور کے پاس تزکیہ کے حصول کے لیے کیا ہونا تھا۔ صحابی بننے کے لیے صرف صحبت رسول بحالت ایمان کافی تھی کوئی نوافل کی قید نہیں ہے کوئی شب بیداری کی قید نہیں ہے کوئی کسی لمبے چوڑے مجاہدے کی قید نہیں ہے کوئی طویل سجدوں اور چلہ کشی کی قید نہیں ہے ایمان کے ساتھ صحبت رسول شرط ہے خواہ وہ ایک لحظہ ہو ایک لمحہ ہو ایک نگاہ ہو۔ صحابی بنا دیتی ہے۔

اور صحابیت اس اعلیٰ منصب کا نام ہے جو نبوت کے بعد کسی کو اعلیٰ ترین منصب نصیب ہو سکتا ہے وہ صحابیت ہے تعلیم بھی وہی آواز بھی وہی اور محنت و مجاہدہ بھی وہی بلکہ اس سے بھی زیادہ صحابہ اور تابعین نے تبع تابعین نے بہت زیادہ محنت فرمائی صحابہ نے جہاں تک بات پہنچائی تابعین نے اس سے کہیں زیادہ دور تک اللہ کے دین کو پھیلایا سفر کیے جہاد کیے محنتیں کیں مجاہدے کیے لیکن پھر صحابی کوئی نہیں بن سکا مگر خالی بھی کوئی نہیں رہا جو صحابہ کی صحبت میں پہنچا وہ تابعی ہو گیا تو یوں سمجھ آئی کہ یہ بات وراثتاً چلی ہے اور انعکاسی طور پر چلی ہے دل سے دل کو سینے سے سینے کو منتقل ہوتی ہے

اور یہ بنیاد ہے تعلیم کتاب و حکمۃ کی جس دل میں یہ بات نہیں آئی وہ کتاب و حکمت کے کمالات کو نہ سمجھ سکا۔

اس کے ساتھ بھی بے شمار خرق عادات ظہور پذیر ہوئیں اور اتنی کرامات صحابہ کرام سے ظہور پذیر ہوئیں کہ انہیں سمیٹا نہیں جا سکا ایک یہ بھی بڑی عجیب سی نادانی ہے کہ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ صحابہ کے عہد میں کرامات نہیں ہوئیں اور وہ ان باتوں کو بھول جاتے ہیں کہ چند صحرا نشینوں کا جزیرۃ العرب سے اٹھ کر قیصر و کسریٰ کو بھی خاک و خون میں غلطاں کر دینا اس سے بڑی کرامت کیا ہو سکتی ہے۔ چند خانہ بدوشوں کا اٹھ کر ایک عالم کے دل کو انوار و تجلیات سے منور کر دینا اس سے بڑی کرامت کیا ہو گی اور اگر آپ چھوٹی چھوٹی باتوں کو ہی کرامت کہیں تو اتنے واقعات ملتے ہیں کہ آدمی سب کو اکٹھا کرے تو عمر صرف ہو جائے اور وہ ختم ہونے میں نہ آئیں۔

کفار دریا کے اس پار ہیں اور دریا میں سیلاب ہے تو ایک شخص دعا کر دیتا ہے کہ بار الٰہ تیرے کام کو نکلے ہیں جو زمین تیری ہے تو دریا بھی تو تیرا ہے اگر زمین پر چلنے کی توفیق دی ہے تو دریا پر چلنے کی توفیق دے دے کیا مشکل ہے تیرے لیے۔ دریا پار کر جاتے ہیں ان کے سفر جو ہیں آج کل کی فوجی دنیا اس بات پہ حیران ہے کہ ان صحرائیوں کو اتنی تھوڑی سی مدت میں اتنے ساز و سامان یا لشکر کے ساتھ بغیر پانی اور رسد کے ان لوگوں نے کیسے عبور کیا اور اس کا کوئی جواب آج کی فوجی دنیا کے پاس نہیں۔

کیا یہ کرامت نہیں ہے کہ ساڑھے تین لاکھ کا لشکر رومیوں کا ہوتا ہے اور تیس ہزار صحابہ انہیں شکست دے دیتے ہیں اور اتنی بری شکست دیتے ہیں کہ اس لشکر میں رومیوں نے بے شمار افراد کو جو ان کے نائیٹس کہلاتے تھے یا ان کے جو مانے ہوئے جنگجو تھے انہیں لوہے کی زرہ پہنا کر ایک دوسرے کو زنجیروں کے ساتھ پرو دیا تھا کہ کوئی

بھاگ نہ سکے تو تین لاکھ میں سے چند ہزار بچ کر جا سکے جہاں اس لشکر کو شکست ہوئی تھی وہاں قبریں نہیں بنی تھیں بلکہ کفار کی لاشوں کے گرد اگرد دیوار بنادی گئی تھی اور مدتوں بعد کوئی مسافر اس وادی سے گزرتا تو اس وادی میں اس قدر ہڈیاں بکھری ہوئی تھیں کہ ان کا فاسفورس راتوں کو یوں جلتا تھا کہ ساری وادی اس طرح جگمگ جگمگ کرتی تھی، تیس ہزار اور ساڑھے تین لاکھ۔ کتنا فرق ہے جب لڑائی دست بدست ہو۔

تو کیا یہ کرامت نہیں ہے کہ ایک کھجور کو وہ سپاہی بانٹ کر کھا رہے ہیں اور سارا دن روزہ رکھنے کے بعد پھر لڑ بھی میدان جہاد میں رہے ہیں اور پھر فاتح بھی ہیں۔

اور یہی تو وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں قرآن گواہی دیتا ہے کہ یہ میدان جنگ میں اترے تو اللہ نے فرشتوں کو حکم دے دیا کہ ان کے ساتھ مل کر جہاد کرو اس سے بڑی کرامت کیا ہوگی یعنی ان کا اٹھنا بیٹھنا سونا جاگنا کرامت ہے اور جو غیر مشروط طور پر مطبوع قرار دیئے گئے بغیر کسی شرط کے کہ سابقین اولین، مہاجرو انصار صحابہ جو ہیں قیامت تک آنے والے عالم اسلام پر ان کی اطاعت فرض کردی گئی ہے جو وہ کرتے تھے تم وہ کرو کیا یہ کرامت نہیں ہے۔

لیکن ان سب خرق عادات میں ایک بات آپ کو ملے گی کہ ہر صاحب کرامت کی کرامت کا منشا بھی احیائے اسلام تھا اور اس کی زندگی کا منشا بھی احیائے اسلام تھا اس کا جینا مرنا اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا اسلام کے لیے ہوگیا تھا۔

تصوف اس شے کا نام ہے کہ توارث کے طور پر جو کیفیت صحابہ کی صحبت سے تابعین کو تابعین کی صحبت سے تبع تابعین کو منتقل ہوئی وہی کیفیت نسلاً بعد نسلاً لوگوں نے اہل اللہ کے پاس پہنچ کر جو اس کیفیت کے امین تھے آپ دل کھول کر ان کے قدموں میں رکھ دیئے اور اپنی حیثیت کے مطابق اپنے دامن کو ان کیفیات سے بھر لیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ توجہ حاصل کرنے کے بعد اس شخص کی زندگی اپنے لیے نہ رہی اللہ کے لیے اللہ کے دین کے لیے تھی ان کے طلب میں ایک حسن آ گیا ان کے اعمال میں ایک حسن آ گیا ان کی زندگی میں ایک حسن آ گیا ان کی موت بھی حسین قرار پائی۔

اس کے ساتھ باقی خارق جو ہیں یا خلاف عادت جو ہے یا کرامات جو ہیں وہ مقصد نہیں ہوتے اور یہی اسلامی تصوف ہے اور اس کے ساتھ جب دل منور ہوتا ہے تو اسے کچھ مشاہدات حاصل ہو جاتے ہیں یا کوئی عجیب طاقت حاصل ہو جاتی تو وہ مشاہدہ وہ طاقت بھی اسی کام میں معاون ہوتی ہے اور صوفی کا کشف، مجاہدہ، مشاہدہ محتاج ہوتا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کا ان حدود کے اندر ہو تو پھر اعلام من اللہ ہوتا ہے لیکن جب قلب صاف ہو جاتے تو اس پہ جب مختلف چیزیں وارد ہوتی ہیں تو شیطان اور اس کی شیطنت اور اس کے چیلے بھی کوشش کرتے ہیں کہ ہم بھی اپنی بات مضبوط کر کے وہاں پھینک دیں تو صوفی کے پاس معیار یہی ارشاد رسول ہوتا ہے اگر وہ حدود کے اندر ہے تو وہ بات یقیناً اللہ کی طرف سے ہے اور اگر صوفی کا کشف حضور کے ارشاد سے ٹکراتا ہے تو پھر اسے بات سمجھنے میں غلطی لگی یا پھر شیطان نے اس پہ بات ڈالنے کی کوشش کی تو ایسی چیز کو چھوڑ دینا چاہیئے نہ یہ کہ دل میں آنے والی بات کے پیچھے یا نظر آنے والی شے کے پیچھے دوڑ پڑے یہ جو کیفیت ہے اسے اصلاح میں تصوف کہا گیا ہے۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کا نام آپ تصوف ہی رکھیں مقصد تو اس کیفیت کا حصول ہے ایک آدمی کو بھوک لگی ہے کھانے کو کوئی انگریزی میں پکارے کوئی فارسی میں پکارے کوئی پشتو میں پکارے کوئی پنجابی میں، اسے روٹی اور نان کے جھگڑے سے غرض نہیں ہے اسے تو صاف ستھرا کھانا چاہیئے اب اگر اس کا اپنی اصطلاح میں تصوف نام رکھیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا کسی نے اس کیفیت کا نام اگر تصوف رکھ لیا ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور رکھ لو تو کوئی فرق نہیں پڑتا مطلوب تو یہ کیفیت ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منتقل ہوئی اور جس طرح آپ کے ارشادات آپ کی تعلیمات منتقل ہو رہی ہیں۔ نسلاً بعد نسلاً اسی طرح توارث کے طور پر یہ منتقل ہو رہی ہیں ارشادات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو آپ کتابوں سے بھی حاصل کر سکتے ہیں لیکن کیفیات کتابوں میں نہیں ہوتیں ان کے لیے سینے کے سامنے سینہ رکھنا پڑتا ہے

یہ صدری چیزیں ہوتی ہیں اور دلوں سے دلوں کو منتقل ہوتی ہیں چراغوں سے چراغ جلتے ہیں تصوف اسلامی نہ ذریعہ معاش ہے نہ پیسے حاصل کرنے کا ذریعہ نہ دوسروں کو مسخر کر کے ان پہ عملیات کرنے کا نام ہے۔ نہ مختلف اوراد کے ذریعے لوگوں کو اپنے تابع بنانے کا نام ہے یہ جنات کو مسخر کرنے کا نام ہے نہ سانپوں کے پکڑنے کا نام ہے نہ دم کر کے کہیں آگ جلا دینے بجھا دینے کا نام ہے

تصوف اسلامی نام ہے اس کیفیت کو حاصل کرنے کا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دلوں کی دنیا میں تقسیم فرمائی۔

تصوف کو لوگ کے ساتھ اور ہندو ازم کے ساتھ اور مختلف شعبدہ بازیوں کے ساتھ غلط ملط کر کے دیکھنے والا خود اس کی اصلیت سے بے خبر ہے یہ اور بات ہے کہ جب یہ دولت ہاتھ نہ آئی تو لوگوں نے اس کے نام پر مختلف دکانیں بنالیں لیکن ایک بنیادی بات آپ یاد رکھیں جہاں یہ شے حقیقتاً نہیں ہوگی وہاں نیکی اور اچھائی اور خلوص نہیں ہوگا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہاں انسانوں سے دولت چھینی جاتی ہوگی۔ انسان کی آبرو لوٹی جاتی ہوگی۔ بدکاری ہوگی اندرون خانہ سہی ہوگی برائی۔ لیکن اگر کہیں بہت احتیاط بھی ہو تو پھر عقائد کی لوٹ مچی ہوگی اور انسان انسانوں کی پوجا میں لگے ہوں گے۔

جو بہت کھرا بھی ہوگا وہ لوگوں سے اپنی ذاتی اطاعت لے رہا ہوگا اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف دعوت نہیں دے رہا ہوگا تو اگر عقائد ہی کسی نے برباد کر دیے اور اس نے دولت نہ لوٹی تو کیا فائدہ اس سے تو بہتر تھا کہ دولت ساری لوٹ لیتا ایمان تو بچا جاتا۔

جہاں یہ شے کھری ہوگی، جہاں یہ کیفیت ہوگی وہاں عقائد کی تعمیر ہو رہی ہوگی۔ ہماری جہالت سے جہاں جہاں عقائد میں ٹوٹ پھوٹ آ گئی ہے اس کی مرمت ہو رہی ہوگی۔ اعمال کی اصلاح ہو رہی ہوگی ہر شخص کی اصلاح کی رفتار علیحدہ ہوتی ہے ہر شخص کو بایزید بسطامی نہ سمجھ لیں۔ ایک شخص دن میں سو گناہ کرتا ہے اگر وہ دن ننانوے پہ آ جائے تو یہ بھی اس کی اصلاح ہے یعنی وہ ہر آنے والا پہلے دن ہی ابوالحسن خرقانی نہیں بن جائے گا یہ فرق ضرور پڑے گا کہ وہ زندگی میں پہلے دن بھر میں سو گناہ کرتا تھا اب نوے پہ آ جائے گا۔ اسی پہ آ جائے گا پھر پہ آ جائے گا اور اگر قائم رہا تو وہی شخص کھرا اور مخلص ہو جائے گا اور اسے گناہوں سے نفرت ہو جائے گی یعنی ہر شخص کے اخذ کرنے کی استعداد ہوتی ہے بعض شخص ایک نقطے پہ مڑ جاتے ہیں ان کی زندگی میں انقلاب آ جاتا ہے یہ اپنی اپنی جرأت اور حیثیت کی بات ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کو خدا نے یہ جرأت اور استعداد دی ہوتی ہے کہ جب وہ رک سکتے ہیں تو پوری قوت سے رک جاتے ہیں پھر وہ متزلزل نہیں ہوتے۔ بعض کمزور مزاج ہوتے ہیں وہ کبھی قائم ہو جاتے ہیں کبھی گرنے لگتے ہیں اور رفتہ رفتہ قوت حاصل کر لیتے ہیں۔

لیکن ہوتی اصلاح ہے ہر کسی کی اور ہر شخص خود سمجھ سکتا ہے کہ اپنے حال سے اپنی خواہشات سے دوسروں کی نسبت خود زیادہ واقف ہوتا ہے کہ اس محفل میں آنے سے پہلے میری زندگی کیا تھی اور یہاں بیٹھ کر میں کونسی تبدیلی محسوس کرتا ہوں

تصوف اسلامی میں اور باقی جو کمالات یا استدراج شعبدہ یا لوگ آپ کچھ بھی کہہ لیں ان میں واضح فرق یہ ہے کہ یہ انسانیت کی تعمیر کرتی ہے اور وہ ساری چیزیں انسانیت میں تخریب کرتی ہیں رات اور دن کو آپس میں غلط ملط کر کے دیکھنا نور اور ظلمت کو ملا کر دیکھنا ایک صالح اور مقدس جماعت کو امت محمدیہ علی صاحب الصلوٰۃ والسلام میں درخشندہ ستاروں کو ہندوؤں جوگیوں اور برہمنوں کے ساتھ ایک صف میں کھڑا کر کے دیکھنا یہ انصاف نہیں ہے

اور یہ دانشوری نہیں ہے کہ آپ لٹھ لے کر اندھے کی لاٹھی کی طرح اسے گھمانا شروع کر دیں خواہ جس کی گردن ٹوٹے ٹوٹتی رہے۔

نوائے وقت کے ایک خاص ایڈیشن میں ایک دانشور نے لکھا ہے اور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تصوف کی اصل ہی ہندوؤں سے لی گئی ہے یعنی ان صاحب کو یہ خبر بھی نہیں ہے کہ جو ہندوستان میں ہیں ان کے ذمہ تو آپ لگا دیں گے کہ ہندوؤں سے لی گئی ہے لیکن ہندوستان میں تو سب سے پہلے آنے والا محمد بن قاسم تھا وہ حجاج بن یوسف کا بھتیجا تھا اور ولید بن عبدالملک کے عہد میں آیا۔ کہاں عہد نبوی کہاں ولید بن عبدالملک۔ خلافت راشدہ کے بعد بیس سال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت رہی پھر یزید آیا پھر مروان آیا پھر اس کا بیٹا عبدالملک آیا اس کا بیٹا ولید آیا تو چھٹی پشت میں آکر ولید کے زمانے میں محمد بن قاسم وارد ہوا ہندوستان میں۔ یہ پہلا قافلہ تھا یہ پہلی فوج تھی جو یہاں آئی۔

اور یہ نعمت صرف ہندوستان میں نہیں رہی ہندوستان میں تو صرف گنتی کے چند صوفی ملتے ہیں تاریخ عالم میں دیکھو کتنے روشن ستارے نظر آئیں گے آپ کو۔ ہر اس گوشے میں جہاں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ موجود ہے تو ان سب کو بھی آپ ہندوؤں کا شاگرد بتائیں گے اور پھر ہندوؤں سے سیکھ کر ان میں ورع و تقویٰ اور نیکی یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

ابراہیم ادھم کو کونسے ہندو نے بلخ کی حکومت چھڑا کر بیت اللہ

کہ شیدائی بنایا لیکن کیا کیا جائے ہمارے ہاں رطب ویابس بلا دلیل اور بے تکان بولنے کو دانشوری کہا جاتا ہے بولتے چلے جاؤ کسی نہ کسی پر کیچڑ اچھالتے چلے جاؤ تو آپ دانشور بن جائیں گے اور اس موضوع پر بولو جس سے آپکو مَس ہی نہیں ہے جسے آپ جانتے ہی نہیں ہیں یہ زندگی کے دو راستے ہیں جس طرح دو مذاہب ہیں دنیا میں کفر اور اسلام۔ اسلام کی وہ کیفیت جو وہ دلوں کو عطا کرتا ہے اس کا نام تصوف ہے اور کفر کی وہ ظلمت جو وہ مزاجوں میں بھر دیتا ہے اسے لوگ یا شعبدہ یا استدراج یا جو بھی کہیں وہ اس کا خاصہ ہے۔ یہ اس کا خاصہ ہے۔ یہ دو راستے ہیں علیحدہ علیحدہ یہ دو طرح کے لوگ ہیں یہ دو طرح کی مختلف طلب رکھنے والے لوگ ہیں اور وہ ان سب کا ماحاصل دنیوی اور مادی لذات ہے اور اس کا ماحاصل قرب الٰہی ہے اور اللہ جل شانہٗ کی رضا ہے اللہ جل شانہٗ کی جمال ذاتی کی طلب ہے

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

راولپنڈی کے ساتھی میجر شفیق الرحمن صاحب کی والدہ کا ۲۲ نومبر ۸۹ء کو انتقال ہوگیا ہے۔ ساتھیوں سے درخواست ہے کہ محترمہ کے لیے دُعائے مغفرت فرمائیں۔

تبصرۂ کُتب

اسلامک لا آف ٹارٹ

مصنف : ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

مطبوعہ : مولانا سید محمد متین ہاشمی۔ دیال سنگھ ریسرچ ٹرسٹ لائبریری میں۔ ۲۵ نسبت روڈ لاہور

تبصرہ از : ڈاکٹر بشیر احمد گورایہ پرنسپل مسلم لا کالج راولپنڈی۔

انگلش قانون میں ٹارٹ کا جو تصور ہے اور جس طرح اس کے متعلق قانون کی موشگافیاں ہوئیں اس کی اپنی ایک الگ تاریخ ہے وہاں ٹارٹ کے قانون کی باقاعدہ نشو و نما ہوئی۔ عدالتوں کا باقاعدہ نظام قائم ہوا۔ اس کے تناظر میں اگر اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں تو اس طرح کا ربط نظر نہیں آتا۔ مگر ٹارٹ سے متعلق معاملات مختلف عنوانات کے تحت علیحدہ علیحدہ پائے جاتے ہیں ہمارے فقیہوں نے ان سب معاملات پر بڑی عرق ریزی کی اور کوئی معاملہ ایسا نہیں جس پر انہوں نے اسلامی قانون کے مطابق روشنی نہ ڈالی ہو۔ مگر بدقسمتی سے فقہی کتابوں میں ان سب معاملات کے متعلق کوئی ایک جامع کتاب نہیں ملتی۔ اس طرح ٹارٹ کے مقابلے میں کوئی ایک لفظ مستقل نہیں جو اس مفہوم کو پوری طرح واضح کر دے۔ ان سب مشکلات کے باوجود جناب نیازی صاحب نے اس پر قلم اٹھایا اور حق تو یہ ہے کہ اس کا حق ادا کر دیا۔ فقہا کی مختلف کتابوں سے ٹارٹ کے مسائل کو ڈھونڈنا، ان سب فقہا کی آرا کو ایک جگہ مجتمع کر کے اس پر بحث کرنا اور ٹارٹ کے متعلق اسلامی قانون کیا ہے کی تشریح کرنا بڑے ہی دل گردہ کا کام کیا ہے۔

اس کتاب کا ایک اور خوبصورت پہلو یہ ہے کہ نیازی صاحب نے انگلش کامن لا اور اسلامی قانون کو ساتھ ساتھ بیان کیا ہے اور اسی طرح ان میں مشترک باتوں اور فرق کو واضح کیا ہے یوں انگریزی قانون دان طبقے کے سامنے اسلامی قانون کا رخ روشن لے آئے ہیں کہ شاید یہ پروانے اس انگریزی قانون کی شمع کو چھوڑ کر اس طرف کا رخ کریں۔ نیازی صاحب کی یہ بہت بڑی خدمت ہے۔ اس کی طرح کے چند اور مخلص لوگ اگر قانون کے دوسرے عنوانات کے متعلق اسلامی قانون کو یوں مدون کر سکیں تو ملک میں اسلامی نظام کے مکمل نفاذ کی منزل بہت قریب آ سکتی ہے اس طرح مختلف حلقوں کے اعتراضات اور کچھ لوگوں کے دلوں میں موجود خدشات ختم ہو سکتے ہیں۔

نقل نامہ مبارک رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام بنام سلطان مقوقس والی قبطِ مصر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

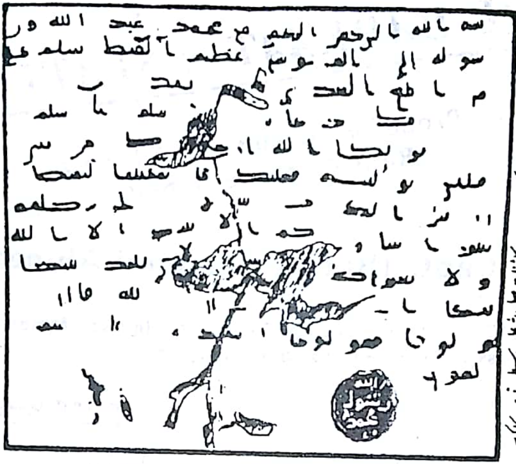

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد عبد اللہ و رسولہ الی المقوقس عظیم القبط سلام علی من اتبع

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ خدا کے بندے اور اس کے رسول محمد کی جانب سے مقوقس بادشاہ قبط کی طرف سلام ہو اس پر جو ہدایت کی

الہدیٰ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت

پیروی کرے۔ اما بعد میں تجھ کو دعوت اسلام دیتا ہوں اسلام لا سلامت رہے گا اور خدا تعالیٰ تجھ کو دوہرا ثواب دیگا اور اگر اسلام لانا نہ

فعلیک اثم القبط۔ یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا

تمام قبط کو دوہرا گناہ والی مصیبت ہوگی۔ اے اہل کتاب آؤ اس بات کی طرف جو ہم میں تم میں برابر مشترک ہے وہ یہ کہ سوائے خدا کے عبادت کریں

نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون

اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو سوائے خدا کے رب نہ بنائیں پھر اگر وہ اہل کتاب منہ پھیر لیں تو کہدو کہ اے اہل کتاب گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں۔

فی سبیل اللہ

نقل نامہ مبارک

جس کو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر لگا کر سن سات ہجری میں قبط کے بادشاہ مقوقس حاطب بن ابی طلبعہ عمرو بن عمیر بن سلمہ کے پاس ارسال فرمایا تھا یہ مبارک خط ایک فرانسیسی سیاح نے سفر قبط میں جو مصر کے شہروں میں سے ہے اخمیم کے گرجا میں ایک قبطی راہب سے خریدا۔ اور پھر سلطان عبد المجید خاں صاحب والئے دولت عثمانیہ کی خدمت میں ہدیتاً پیش کیا۔ سلطان نے باادب

ایستادہ ہو کر سر آنکھوں پہ ہدیہ قبول فرما کر تبرکات نبوی میں شامل کیا۔ کسی

حاتم نے باایں خیال کہ اس تبرک بابرکت سے کوئی محروم نہ رہے۔ اور ہر شخص کے پاس اپنے

پیارے رسول کریم صلعم کی یادگار ہو۔ زر کثیر صرف کر کے فوٹو مطابق اصل معہ کا مع وصیتہ وغیرہ

کے بھی کھنچوایا۔ ہماری خوش قسمتی کہ اس کا فوٹو ہندوستان میں بھی پہنچا۔ جس کی نقل یہ ہے۔ یہ تحفہ مبارک ہر مرض کا شافی طبیب ہوگا جس مریض کے پاس ہو وہ جلدی شفا پاوے خزانہ میں رکھنا باعث برکت ہو۔ تجارت میں بہا زا فزوں ترقی ہو۔ حاکم مہربان ہووے اولاد صاحب اقبال ہو۔ اگر کسی کا بچہ سوکھ کر مرجاتا ہو۔ تو خدا کے فضل سے اس مرض سے نہ مریگا بس جس گھر میں یہ سند مہر نبوت رسول پاک کی ہوگی۔ وہاں ہر طرح کی برکت اور خوشی ہوگی نیز جس نیت سے رکھا جائیگا وہ حاجت بر آئے گی۔

Phone : 5:6734

AL-BARKAAT ESTATES

Property Consultants/Advisors
Rent Purchase & Sales

Capt. (Retd.) Khurshid Ahmed

6, 13-C, 12th Commercial Street Opp. Highway Motors
Phase 2, Defence Housing Authority Karachi.

ٹیلیفون ۵۳۶۷۳۴

البرکات اسٹیٹس

مشیرانِ جائداد

مکان، بنگلہ، کوٹھی کرایہ پر حاصل کرنے، خریدنے یا فروخت
کرنے نیز قطعات اراضی کے لیے ہم سے مشورہ کریں۔

کیپٹن (ریٹائرڈ)
خورشید احمد

۶، ۱۳، سی، ۱۲، کمرشل سٹریٹ بالمقابل ہائی موٹرز،
فیز ۲- ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کراچی۔

Every beat of his heart would reverberate with Allah's zikr and his every breath would be modulated with His Name. Each drop of his blood would carry His blessings to every part of the body:"so that their flesh and their hearts soften at Allah's reminder" (39:23). The condition of continuous and frequent zikr can only be fulfilled in the company of an accomplished shaikh, when his attention initiates Allah's zikr in every cell of the body. This is our primary need because only this attention can revive the hearts. A live heart observes Divine Beauty according to its capacity. This observation can only be experienced, it cannot be described. Words fail to communicate these abstract states.

My brother, I am also a simple, delinquent person of the present time. May Allah forgive me and all of us! He blessed me to remain in the company of His aulia (sing: wali lit; friends) for thirty years. I declare, sitting in the mosque, that I had never thought of becoming a shaikh. I have always been afraid of this appointment. I had gone there for my own reformation but was assigned the responsibility to teach others. It is no favour but it is my duty to convey this blessing to you.

Now, if some one accepts this, it is his sweet pleasure and if someone rejects this, it is his own choice. You would have seen policemen on duty in the markets. People abuse them, scorn at them and at times pelt stones and throw empty bottles at them. Do they run away? Of course not, because that is their duty.

Similarly this is my duty which I must perform under all circumstances. People revile at me, some pass verdicts. Once I was pushed out of a mosque on the charge of teaching Allah's zikr. I do not have to care about the reaction of people nor do I have any expectations from any one. I repose all y hopes and expectations in my Lord who has assigned me this duty. I have learnt His name and He has so blessed me that if you remain with me for a while and perform His zikr, you would also get these blessings. This is not difficult.

It is incorrect to believe that only the son of a pir can become a pir. There is no truth in it. Every muslim is a shaikh and a wali. If every muslim could become a companion, why should wilayat fall to the lot of a chosen few? There is no discrimination between male and female in this respect. Companionship, the highest title was also achieved by men and women alike. While mentioning laudable human attributes in the Quran, the Gracious Lord concludes:"And the men who remember Allah much and the women who remember Allah much". Here the females have been bracketed with the males because both are members of the same human race. Therefore, in our order, every member is permitted to teach zikr to the ladies in his house. You can try it yourself. Whenever you give spiritual attention to your mothers, sisters, wife or daughters during zikr, the hearts of all of them would be illuminated. The life becomes most pleasurable when the entire family including all men, women and children perform Allah's zikr. At that moment even the walls, stones and bricks resound with His Name. The Holy Prophet (SAW) has said that such houses appear like stars to the dwellers of the heavens.

This is a blessing over which you have a claim, you have a share in it and it is your basic requirement. You should learn it and act upon it for yourself, for the sake of Allah, for the Hereafter and for attaining the good pleasure of the Holy Prophet (SAW). May Allah bless you. May He grant us His zikr during this life, death and Hereafter. May He raise us with His zikr on the day of Resurrection and include us in the ranks of His slaves.

Translation NASIM MALIK

replied, "how much?","for two dirhams". After he had purchased the reins, he asked the shopkeeper wherefrom he had procured it. "A man has just sold it to me for one dirham. I sold it to you for two."Hadhrat Ali (RAU) said to himself,"I had decided to pay two dirhams to the wretched thief but he chose the unlawful means and still got one. This shopkeeper told the truth and got a profit of one dirham through permitted means."

When someone decides to change his course of life, he cannot affect the total quantity of his provisions. Only the means of its acquisition are changed according to his new course. Still, he only gets what has already been destined for him. A pir or a religious scholar has simply no contribution in this matter.

Pir is the one whose own heart is illuminated and he can illuminate other people's hearts. The indications of an illuminated heart is not the mere observation of divine lights but the reformation of one's belief and conduct. If the heart rejects unsound belief and conduct, it has come alive and has started performing zikr, otherwise it is still dead. Association with such a shaikh is a sheer waste of time. One should immediately search another shaikh who is capable of reviving his heart. The discourse and conduct of such a Shaikh should not be oriented towards self exaltation but towards acquisition of Divine pleasure. He should not covet other's riches but should earn his sustenance through lawful means. His conduct should corroborate his firm belief in the Omnipresence of Allah. His countenence should reflect Divine Lights and when he bows his head before his Lord, the earth should quake with the grandeur of Divine Refulgence. If these blessings are available, then this institution of shaikhdom is of immense value.

The Gracious Lord has given complete freedom of choice in the method of zikr: "Such as remember Allah, standing, sitting and reclining" (3:191). "And remember thy Lord when thou forgettest" (18:24). Various shaikhs have adopted different methods of zikr for the common aim of illuminating the hearts. There may be many means of transport to reach the same city, similarly all these different methods aim at acquiring the blessings distributed in the company of the Holy Prophet(SAW). These were transferred from one bosom to the other and can only be acquired in the company of their custodians. However, this freedom can be exercised within the limits prescribed by the Holy Prophet(SAW). The adoption of any method prohibited by the Shariah, under any pretext, would be incorrect.

Allah has defined the form and frequency of all obligatory worship. The rakat (cycles) of prayers, various recitals therein and the timings of each prayer have all been laid down. Similarly, all details about Hajj and Fast have also been defined. Allah has however, not defined any form and frequency for His zikr. There is neither any pre condition nor any time limitation. Even ritual purity or cleanliness of garments is not obligatory. It is not mandatory to perform zikr in the mosque; although ritual purity and holy atmosphere of the mosque would definitely accrue more blessings. Zikr must continue at all times, under all condtions and in every state. It must continue in mosque, in market, standing, sitting or reclining.

It is however, not possible to perform this continuous uninteruppted zikr with the tongue, that is, by word of mouth. Every conversation would interupt the zikr and finally, during sleep , all organs would become listless and the tongue would also remain quiet. But if someone receives that attention which was distributed in the company of the Holy Prophet (SAW), it would saturate his heart with Allah's zikr.

devotion". (73:8). This blessing was similarly distributed down the ages. Some religious scholars devoted their lives for 'tafsir' (interpretation of the Quran), some dedicated themselves for Hadith and some others attained excellence in fiqh (jurisprudence). But despite their diverse fields, all scholars of tafsir, Hadith and fiqh used to perform zikr and had acquired this blessing. If you look back only fifty years, you would discover that every religious scholar, after completing his education went to some spiritual master to learn Allah's zikr. It was only after acquiring this blessing that he set out for religious service. This has been their common practice without exception. The objection that zikr is not necessary is the product of our time only. In reality, the life of the heart is dependent upon Allah's zikr, who has declared "Verily, in Allah's remembrance do hearts find rest". (13:28). The emphasis in the Divine Verse asserts that the hearts can find peace only in Allah's zikr and nowhere else. The Holy Prophet (SAW) has said that the best provision is the one which just suffices; where one neither borrows nor accumulates and it is sufficient for his needs, and the best zikr is the hidden zikr and which should illuminate the heart. "There is a cleanser for everything and the cleanser for the hearts is Allah's zikr", he (SAW) is reported to have said.

The religious scholars spent their lives in the company of those whose hearts performed zikr. They ardently endeavoured to absorb these lights in their own hearts and subsequently distributed them to other Muslims. That was the beginning of Shaikhdom in our religion. Most of the present day concepts which ascribe worldly powers to a Shaikh (spiritual guide) are outrightly false. The belief that anyone without a Shaikh would be subjected to distress and affliction is equally unfounded. The Shaikh is also a human being and himself undergoes all woredly trials and tribulations. How can he alleviate the miseries of others? A real Pir (Shaikh/spiritual guide) is the one who strives to acquire this light of the heart from an erudite spiritual guide and spends his life in total submission to Allah according to the Sunnah of the Holy Prophet (SAW). Allah grants him the strength to illuminate the hearts of those who come to seek his spiritual attention. Such a seeker is called a mureed and the spiritual mentor is known as a pir (Shaikh). If there is no transfer of blessings, then this relationship is unnecessary and of no consequence, what so ever.

In the present time, the jews, hindus and even agnostics, who donot believe in Allah and His Prophet (SAW) rule countries, possess wealth and property. If every one else can have all these wordly facilities and comforts independently, why can't a Muslim get his basic provisions of life without a pir? Allah Himself has proportioned the wordly provisions of everyone and a pir has absolutely no say in this matter. If someone adopts virtue, Allah arranges his provisions from lawful and permitted means, but if some chooses to adopt sinful life, He directs his provisions through unlawful and wrong ways. But in both cases, each person gets only that which has already been divinely proportioned for him.

Hadhrat Ali (RAU) used to visit different areas during his caliphate. He was passing through a village when the time for afternoon (Asr) prayers drew near. He reached the mosque slightly late when people were coming out after offering their prayers. He requested a passer by to hold his mule so that he could offer his prayers in the mosque. While coming out he decided to pay two dirhams to the man for this errand. But when he came out he found the man missing alongwith the reins of the mule. He walked over to the market to buy another reins, when he found the actual reins of his mule on a shop."Would you sell it ?" he asked the shopkeeper."Of course,", the shopkeeper

human beings and they would interpret your instructions according to their different intellects. What should be done in case of their difference of opinion?"The Holy Prophet (SAW) replied."Follow any one and you would be rightly guided."That is even with different opinions they would follow the truth and would not go astray and their adherence would lead you to eternal salvation. Their mutual difference is also a blessing. It provides various courses for the remainders to follow. Any one can select the course of his liking.

After the Battle of the Trench, the Holy Prophet (SAW) was commanded to attend to Bani Quraizah. The companions had not yet laid down their arms when the Holy Prophet (SAW) ordered them to offer their Asr (afternoon) prayers at the location of this tribe. They were hurrying towards their destination which was about six or seven miles away, when the prayer time came. Some opined that the prayers should not be delayed because the Holy Prophet (SAW) had only desired them to reach their destination immediately. The other group maintained that the Holy Prophet (SAW) had explicitly ordered them to offer their prayers at the destination and that they would obey him in letter and spirit; even if it delayed their prayers. Each group acted according to its interpretation. The issue was placed before the Holy Prophet (SAW) on reaching the destination. He ruled that both groups had acted correctly. Their illuminated hearts were abrim with sincerity for Allah and His Messenger (SAW). Therefore, their actions were not governed by worldly motives or personal whims. The august company of the Holy Prophet (SAW) had granted them this honour. The Quran has described their conditon in a strange manner: "so that their flesh and their hearts soften at Allah's reminder (39:23)".It means that each cell of their bodies, from the outermost skin to the innermost compartment of the heart, was constantly engaged in His remembrance. This blessing was naturally available, distributed and acquired in the company of the Holy Prophet (SAW).

Khawaja Owais Qarni is famous for his piety, abstenance. and love for the Holy Prophet (SAW), who had desired that some one should meet him and request him to entreat Divine forgiveness for his (SAW) Ummah. He directed Hadhrat Umar Farooq (RAU) to convey his greetings to him. It was a great honour for Owais Qarni and in pursuance of the orders of the Holy Prophet (SAW), Hadhrat Umar (RAU) searched and met him. But despite this singular honour and his special relationship with the Holy Prophet (SAW), he could not become a companion because he was unable to physically meet the Holy Prophet (SAW). These belssings did not fade in the companions' times. Any body who accepted Islam and came to them became a Taba'e. The Taba'een also enjoy a distinguished status within the Ummah. Then all those who found their company became Tab'aTaba'een. Companionship was the greatest blessing but it was distributed without any discrimination. Every body who accepted Islam and came to the Holy Prophet (SAW) at least became a companion. His further attainments depended on his subsequent endeavour and effort but they all commonly shared the title of companionship. Again there was no precondition to become Tabae except to atend the august company of the companions. Similarly the Taba Tabaeen had only to go to the Tabaeen to acquire this status.

Every Muslim is blessed with a heart which can perform zikr. The Quran and the Holy Prophet (SAW) have repeatedly exhorted the believers to keep performing zikr. The Quran has enjoined zikr with every other form of worship like Salah, Hajj and Jehad. The Holy Prophet was himself commanded, "So remember the Name of thy Lord and devote thyself with a complete

a Prophet also distributes certain invisible states alongwith his words. The beneficence of prophethood comprises two distinct divisions of teachings and blessings. "recites His verses unto them and makes them grow (spiritually) and teaches them the Book and Wisdom" (62:2). The religious preaching is followed by purification of the hearts and subsequently knowledge of the Book and Wisdom. Unless the heart is purified, the mind can only remember words but cannot assimilate these states. A gloomy heart would definitely command the mind to devour prohibited things and perform sinful acts.

The teachings of the Holy Prophet (SAW) contained so much of strength that even after fourteen centuries, any body who professes Islam, can still discriminate between right and wrong. It is indeed an extremely strange phenomenon that a person who lives in a jungle, far from civilization, can instinctively differentiate between lawful and taboo and between virtue and vice. But then why doesn't every body act according to his knowledge? It is because these teachings influence the mind, they cannot translate human knowledge into practice. No positive action can be initiated unless the heart realizes that it is the addressee of the Divine Word.

This is the beneficence of the Holy Prophet (SAW). As far his teachings are concerned, both the direct and the indirect recepients were equally benefitted. But his blessings were only available to those who found his august company. His blessings instantly elevated everyone who accepted Islam and came to him (SAW) to the status of companionship; notwithstanding the misdeeds and gross misconduct of his earlier life. Companionship is not a word but it denotes the highest level of piety and morality after prophethood. During the present times, it has become a custom to criticize the companions. We grade them as our equals or even lower and criticize them without any reservations. It happens once we are completely ignorant of the exalted status of companionship. As stated earlier, it denotes the acme of human excellence. The dust raised by the shoes of a companion is more valuable before Allah than the collective sainthood of the entire Ummah. Some one asked Hadharat Imam Abu Hanifah (Rahmat Allah alaihi) about the relative status of Hadhrat Amir Muawiyah (RAU) and Hadhrat Umar Bin Abdul Aziz (RAA). He replied that Hadhrat Muawiyah (RAU) was decidely better. The questioner was amazed and submitted that Hadhrat Umar Bin Abdul Aziz (RAA) was a Taba' Tabae and the Holy Prophet (SAW)had prophecied that he would be the best person of his time in the whole World. Hadhrat Imam (RAA) replied, "millions of such Umar Bin Abdul Aziz (RAA) can be sacrificed for the dust gathered in the nostrils of the horse which Hadhrat Muawiyah (RAU) rode, in the company of the Holy Prophet (SAW). He was a companion".

Unquestioned adherence to the Holy Prophet (SAW) is obligatory for the believers. His blessed company purified the beliefs and conduct of his followers to the highest conceivable level. It is the singular distinction of his companions that their adherence has also been made obligatory for the entire humanity for all times to come. "And the first to lead the way, of the Muhajirin and the Ansar and those who followed them in goodness" (9:100).

There are only two groups in Islam _ the group of the companions and of those who followed them in earnest. There is no third group. The point which merits consideration is that the Companions are neither Prophets, nor they were innocent, then why have they received so much importance? That is because they had completely submitted themselves before the Holy Prophet (SAW). They represented his will and pleasure. Once some one asked the Holy Prophet (SAW), "after all, they are

only renounce the Absolute Unity of Allah. The newly converted Muslims replied that it was not possible for them to comply because they knew for sure that Allah was actually, absolutely One. Their hearts had achieved that state where they realized Allah to be present before them. Had their hearts been veiled from Divine Presence, as ours, they could not have resolutely with stood that torture and may have succumbed to it. May Allah forgive us! Our hearts are so unmindful of Him that we sin, steal and lie right in His Presence. On the other hand, we never sin in the presence of other human beings, even children, due to fear of detection and subsequent disclosure. If we are equally convinced that our Lord is always Present with us, we would never dare to sin. This conviction is absent from our faith because although our intellect accepts this fact, our hearts are still void of Divine observation. Those hearts which perceive Divinity, behave differently.

I read in the biography of Hadhrat Ba Yazid Bustami (Rahmat Ullah alaih) that once he proceeded for Hajj. Travelling was difficult during those times. People went either on foot or on camels and horses. Now, air travel has reduced the time and increased the comfort. Therefore, the House of Allah is always full of pilgrims, like in the Hajj season day and night, throughout the year. However, during earlier times it was possible to get a moment of solitude in the Inviolable Precinct. Hadhrat Ba Yazid Bustami (RUA) went there at night hoping to worship alone. As he entered, he heard the Angel's shout, "get out of My House!". He was stunned and thought that he was the target of Divine retort. But he instantly observed a man, going round the Kaaba and frantically crying " I am present, Oh my Lord ! I am present". After a few moments, he again heard the Angel shout, "get out, don't pollute My House, don't make any noise here !" When that man passed in front of Hadhrat Ba Yazid (RUA) he was shivering from top to toe. Hadhrat Ba Yazid (RUA) held him by the arm and said,"Why are you bent upon destruction of the whole world? Don't you hear the Divine reprimand ? "The man replied," Isn't it me who is being addressed? If you can hear it, why can't I?" Hadhart Ba Yazid (RUA) said," then why don't you get out? Why are you inviting destruction for the entire area ?" The man said,"I would leave but I know of no other door to go and cry at! Whether He accepts or rejects, He is the Only One for me. There is none else!"As soon as the man uttered these words, Hadhrat Ba Yazid (RUA) saw that Divine Refulgence and blessings completely covered him.

An-illuminated heart always turns towards Allah, whether He accepts or rejects it. But a gloomy heart declines His call for prayers five times every day. That is indeed a great difference. We hear His call, accept it mentally but do not answer it on one pretext or the other. At times we claim that we have more important business to attend or that our clothes are not clean for the prayers or that we feel indisposed. But when the heart is alive, Allah Himself grants it the strength to worship. Then He proudly presents such slaves before the angels who had said that the human beings would work corruption on the earth. "Look at My slaves!" He says," if there are corrupt ones, well there are good ones like these also! Where can the devil take them? Even when I reproach them, they do not leave My door."He had similarly addressed the satan on the First Day, "Lo! as for My slaves, thou hast no power over any of them" (15:42). That is you have no power over those who become My slaves but if any one chooses to be your minion I do not care about him.

Life of the heart, its light and peace depend upon Allah's Zikr (remembrance). How can it be acquired? There is a fundamental difference between the knowledge dissipated by the Prophets and others. A non-prophet offers only words but

scholars and intellectuals of high eminence before our time also. The process of amazing discoveries and miraculous inventions has continued all along. The other day, scientists discovered the remains of an ancient civilization under the sea bed. They unearthed houses, utencils, bones and skulls. The design and beauty of those old houses excel the present standard of our construction. It was a continent once, those people were probably seized by Divine punishment and buried underwater. This world has witnessed many vicissitudes of time. It has seen nations rise, fall and perish for ever. But despite all material progress and development, the intellect has only discussed a very small portion of human life which starts from birth and ends at death. No body could disclose anything about his remaining eternal life of the Hereafter, nor could provide any information about Ruh (The Spirit). No philosopher or thinker could claim any knowledge about the Divine Being, His Attributes and the nature of His relationship with the human beings. This aspect of knowledge is beyond the access of human mind and intellect. There has been only one group - Allah's Messengers and Prophets who provided sure knowledge about the transcendental truths. They were blessed with knowledge from Divine Presence and their hearts were its treasure-houses.

My friend, if the intellect acquires knowledge when the heart is ignorant, it works more for human destruction than for its comfort. It creates more sources of torture than solace. If you analyse the Western society, it is devoting more funds for armament research than medicine. But if the heart becomes alive, it starts guiding the human intellect. It plans for the betterment of humanity and not for its destruction. It deliberately migrates from vice to virtue. The heart's life is contingent upon Allah's remembrance. A human being has only to implant Allah's Name firmly in his heart. What follows is indeed very strange. Although the eyes cannot see Him, yet the belief becomes more sure than visual observation. The hands cannot feel Him, the mind cannot grasp Him but the heart recognises Him vividly. It cannot describe Him but it discerns Him, hears Him, establishes a relationship with Him, entreats Him, obeys Him and acts according to His Will.

This is an abstract state which cannot be verbalized: If you ask a lover about love, how will he describe it? Similarly, if a person who has never remained hungry in his entire life asks about hunger, how can he be told? Keep him hungry for sometime and he would understand himself. Similarly, ask the person who wants to know about love, to start loving some one. He would himself taste love and discover its reason. We ourselves experience these natural instincts quite often. Similarly, faith is also an esoteric state of the heart. It can only be experienced after it is professed. The Holy Prophet (SAW) has said "Worship Allah as if you see Him". Now, to conceive an impossibility is naturally impossible. If you ask a man to imagine himself delivering a child he would not be successful even after years of mental effort. The Holy Prophet (SAW) has commanded the believers to worship Allah as if they see Him, while according to Quran, the human sight cannot encompass Allah. It signifies that there must be some other way to perceive His Transcendence. This is through the esoteric state of the heart which discerns Him and assures one of His Omnipresence.

The majority of initial Muslims belonged to a poor class who were slaves of the Makkans through generations. They were tuned to instinctive and unqualified obedience of their masters. When they professed Islam, the Makkans used all their might and strength to dissuade their destitute slaves who had no friends or helpers. By virtue of their inhuman persecution, the masters demanded that their slaves should

THE NEED FOR ZIKR

'Verily, in the rememberance of Allah, do hearts find rest' (13:28)

Maulana Muhammad Akram Awan

Human beings have been blessed with two types of knowledge which make them superior to the remaining creation. The first type relates to the physical body and every human being whether good or bad, believer or a disbeliever can acquire it. The second type is related to the Divine Being. It cannot be acquired through intellect or experience but is guaranteed by Allah Himself, to the prophets and acquired by their followers. Its seat is the human heart. The Divine Word was similarly revealed unto the heart of the Holy Prophet (Sall Allah-o-alaihi wa sallam).

But only those people, whose hearts were illuminated with the light of faith could benefit from him. Although every believer and disbeliever saw him (SAW) alike, but the Holy Quran asserts that the disbelievers did not see him "looking toward thee, but they see not" (7:198). They saw him with physical eyes and because their hearts were devoid of Divine love, they tried to guage him with mundane intellect and as such failed to perceive his real self. They saw him as Muhammad (SAW) son of Abdullah and not as Muhammad (SAW), the Messenger of Allah.

Arwah Bin Masood Saqfi (who had not accepted Islam till then) was representing the Makkans during the Truce of Hudaibiyah. While writing the truce document, Hadhart Ali (Radhi Allah unho) inscribed 'Muhammad, the Messenger of Allah' in the opening sentence. Arwah instantly reacted and said, "that is the only dispute between us. If we accept him (SAW) as Allah's Messenger, then why would we block his way to Allah's House? His name should be written as Muhammad (SAW) son of Abdullah". He was right, in his own way. Unless the heart is revived and its faculties fully restored, it cannot discern reality. Similarly, this knowledge is beyond the realm of intellect, which can confirm only what it perceives through its physical senses. It cannot be convinced about the intangibles.

This earth has seen many periods of materia progress. There have been great scientists

ہماری مطبوعات

حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

○ تصوف

تعارف	۵/- روپے
دلائل السلوک (اردو)	۶۰/- روپے
دلائل السلوک (انگریزی)	۱۰۰/- روپے
اسرار الحرمین	۱۵/- روپے
عقائد و کمالات علماء دیوبند	۱۰/- روپے
علم و عرفان	۵/- روپے

○ حیات بعد الموت :

سیف اویسیہ	۱۰/- روپے
حیاتِ برزخیہ	۳۰/- روپے
حیاتِ انبیاء	۱۵/- روپے
حیاتُ النبی ﷺ	۱۵/-

○ شیعیت ۔ تحقیقی مطالعہ :

الدین الخالص	۳۰/- روپے
ایمان بالقرآن	۲۵/- روپے
تحذیر المسلمین	۴۰/- روپے
تفسیر آیاتِ اربعہ	۱۰/- روپے
تحقیق حلال و حرام	/- روپے
حرمتِ ماتم	۱۰/- روپے
ایجادِ مذہب شیعہ	/- روپے
شکست اعدائے حسین رضؓ	۱۰/- روپے
دامادِ علیؓ	۱۰/- روپے
بناتِ رسول ﷺ	۱۰/- روپے
الجمال والکمال	۱۰/- روپے
عقیدۂ امامت اور اس کی حقیقت	۵/- روپے

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اسرار التنزیل حصہ اول	۶۰/- روپے
〃 مجلد، حصہ دوم	۱۰۰/- روپے
دیارِ حبیب میں چند روز	۱۰/- روپے
ارشاد السالکین (اول)	۱۵/- روپے
ارشاد السالکین (دوم)	۵/- روپے
ارشاد السالکین (انگریزی)	۱۵/- روپے
امیر معاویہؓ	۱۰/- روپے
راہئ کرب و بلا	۵/- روپے
عصرِ حاضر کا امام	۵/- روپے
شیعہ مذہب کے بنیادی عقائد	۵/- روپے
حیاتِ طیبہ (انگریزی)	۱۰/- روپے
نور و بشر کی حقیقت	۵/- روپے

حافظ عبدالرزاق ایم اے اسلامیات و عربی

تیسیر
پردہ
ذکر اللہ (عربی)
لغتِ شیعین
اطمینانِ قلب
تصوف و تعمیرِ سیرت
کس لیے آتے تھے؟
خدایا ایں کرم بارِ دگر کن
بزمِ انجم
دین و دانش
کونوا عباد اللہ
انوار التنزیل
مغالطے

۵/- روپے
۱۰/- روپے
/- روپے
۱۵/- روپے
۱۰/- روپے
۱۰/- روپے
۲۰/- روپے
۱۰/- روپے
۵/- روپے
/- روپے
۱۵/- روپے

سول ایجنٹ ◎ اویسیہ کتب خانہ
الوہاب مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ اردو بازار لاہور

چیف فوڈ پراڈکٹس

معیار کا با اعتماد ادارہ

CHIEF'S

TOFEE'S CANDYS, BUBBLES

پیش کرتے ہیں

پاکستان کے تمام شہروں میں

ڈسٹری بیوٹرز (DISTRIBUTORS) کی ضرورت ہے

جو احسن طریقہ سے اسے مارکیٹ کر سکیں۔

سلسلہ کے ساتھیوں کو ترجیح دی جائے گی۔

Tel: 201769 (LHR) Head Office

[illegible]

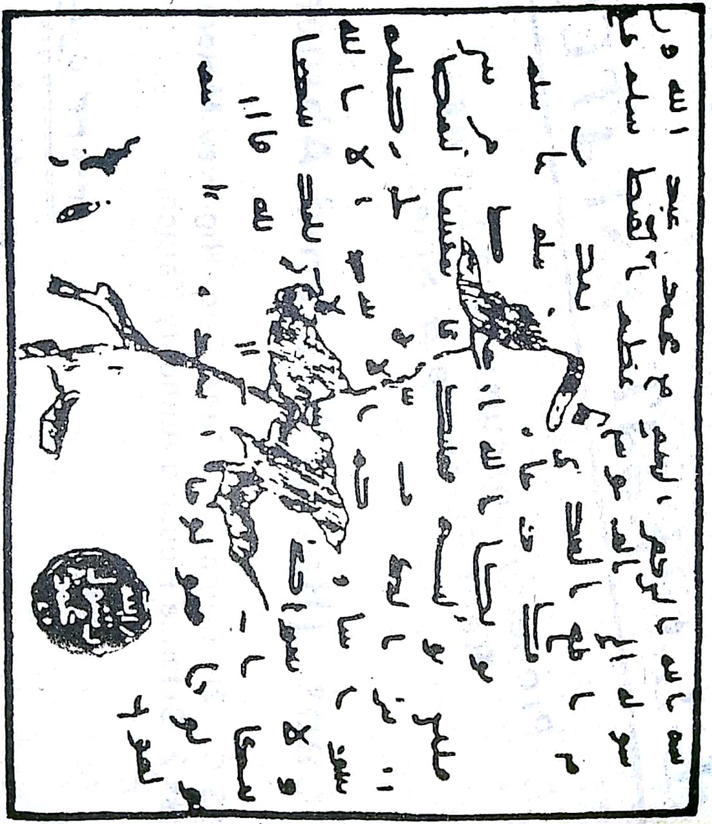

نقل نامہ مبارک

جس کو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر بکا کرس سات[illegible]
سدہ کے پاس ارسال فرمایا تھا یہ مبارک خط ایک فرانسیسی سیاح نے سفر[illegible]
سے خریدا۔ اور پھر سلطان عبد المجید خاں صاحب والیٔ دولت عثمانیہ[illegible]

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255